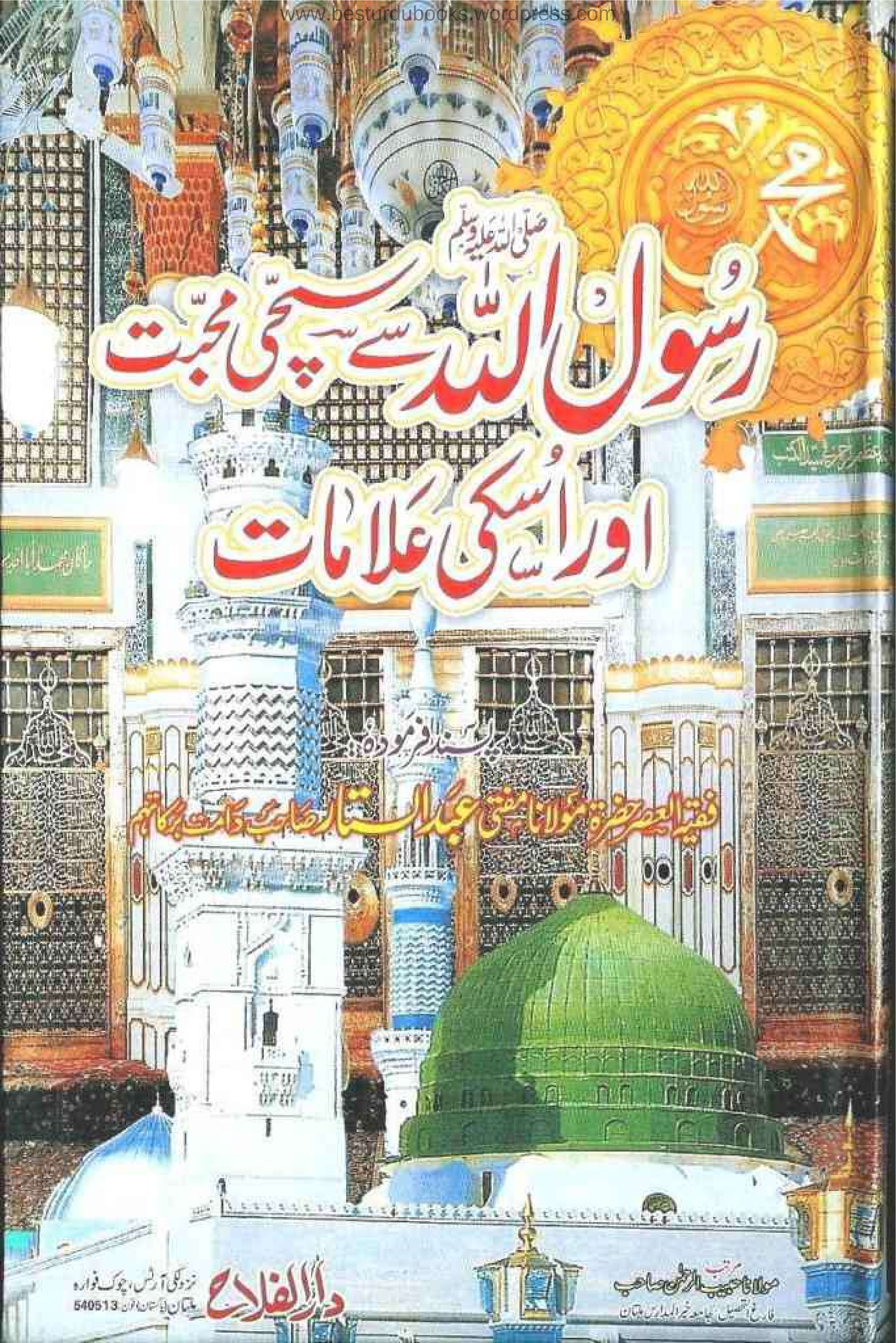
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور اسکی علامات

پسند فرمودہ

فقیہ العصر حضرۃ مولانا مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم

مرتب
مولانا حبیب الرحمٰن صاحب
فاضل تخصیل جامعہ خیر المدارس ملتان

دار الفلاح
نزد کلی آرٹس، چوک فوارہ
ملتان پاکستان فون 540513



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور اُس کی علامات

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مرتب

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب
فارغ التحصیل: جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

دار الفلاح
نزد چوک فوارہ ملتان پاکستان

رجسٹریشن نمبر---------

نام کتاب-----------رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت اوراس کی علامات

مرتب-----------مولانا حبیب الرحمٰن صاحب: فارغ التحصیل جامعہ خیرالمدارس ملتان

تعداد-----------ایک ہزار

ناشر-----------دارالفلاح چوک فوارہ ملتان

ملنے کا پتہ

☆ کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ نزد چوک فوارہ ملتان
☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ مکتبہ قاسمیہ لاہور
☆ کتب خانہ عثمانیہ پشاور
☆ قرآن محل کراچی
☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
☆ اقبال بک سنٹر کراچی
☆ مکتبہ اسحاقیہ کراچی
☆ کشمیر بک ڈپو فیصل آباد
☆ ادارہ اسلامیات لاہور
☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
☆ دارالاشاعت کراچی
☆ کتب خانہ مظہری کراچی
☆ غزنوی کتب خانہ کوئٹہ
☆ مکتبہ زکریا ڈیرہ غازی خان
☆ اسلامک بک سنٹر کراچی
☆ شفیق اکیڈمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

حامدًا ومصلیًا...اما بعد

دین اسلام جس طرح اصلاح ظاہروباطن کا نام ہے اسی طرح یہ حفظ حدود کا بھی نام ہے کہ شریعت نے جس چیز کی جو حد مقرر کردی ہے اسی حد میں رہ کر زندگی گزارنا صراط مستقیم ہے۔ ورنہ جس طرح دین میں ہدایت دوراستوں یعنی اجتہاد اور تقلید سے آتی ہے اسی طرح ضلالت وگمراہی بھی دوراستوں الحاد وبدعت سے آتی ہے۔

ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار الحاد ہے تو اپنی طرف سے امور دین میں ثواب سمجھ کر اضافے کا نام بدعت ہے۔ گمراہی کے ان دونوں بڑے راستوں میں غور کیا جائے تو ان کا سبب بھی حفظ حدود کا اہتمام نہ کرنا ہے، گویا سارادین حفظ حدود کا نام ہے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت ایمان کا جزولازم ہے اگر حفظ حدود کا خیال نہ کرتے ہوئے اس میں کمی ہو تو ایمان مکمل نہیں، اگر زیادتی ہو تو معاملہ عیسائیوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہو جائے۔

اسی افراط وتفریط سے بچنے کے لئے کتاب ہذا میں محبت رسول کی ضرورت، حضرات صحابہ کرامؓ کے عشق ومحبت کے واقعات جمع کئے ہیں جن کے مطالعہ سے سچی محبت کی نشاندھی ہوتی ہے حضور ﷺ سے سچی محبت اگر دعویٰ ہے تو اسکی سب سے بڑی دلیل اور علامت اتباع سنت ہے۔ یہی اس کتاب کا مرکزی نکتہ ہے۔ محبت رسول ﷺ کے عنوان سے ہمارے معاشرہ میں جو بدعات رائج ہو چکی ہیں ان کی بھی واضح نشاندہی کی گئی ہے تا کہ سنت کو اپنایا جا سکے اور بدعات سے بچ کر روز قیامت حضور ﷺ کی پھٹکار سے بچا جا سکے۔

مستند دینی کتب کی نشرواشاعت کے ادارے ''دارالفلاح'' کی تحریک اس تالیف کا سبب بنی اس لئے اسکی اشاعت کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔ اُمید قوی ہے کہ ادارہ ہذا کی اس نئی کاوش کو بھی قارئین بنظر تحسین دیکھیں گے۔

عشق رسول، غلامی رسول میں موت بھی قبول جیسے فلک شگاف نعرہ لگانے والوں کے لئے بھی یہ کتاب ہدایت کا سبب بن سکتی ہے بشرطیکہ تعصب وعناد اور ہچو ما دیگرے نیست کی عینک اتار کر مطالعہ کیا جائے۔

اللہ پاک ہم سب کو تازیست علماء حق اہل سنت والجماعت سے وابستہ رکھے کہ دین ودنیا کی فلاح ونجات اسی میں ہے۔

والسلام

احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ

جمعۃ المبارک ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

کلماتِ اکابر

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ ''رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت اور اسکی علامات'' جسے عزیز محترم مولوی حبیب الرحمن صاحب سلمہ نے بڑے ذوق وشوق اور محبت والفت سے تالیف کیا ہے۔ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا۔ عشق رسول ﷺ سے لبریز پایا۔ ہر مقام ایسا تھا کہ ؎

دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

آخر میں محبت رسول ﷺ کے نام پر مروجہ بدعات کا تذکرہ اور انکی تردید بھی بڑے سنجیدہ طریق پر کی گئی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہذا کو قبولیت عامہ نصیب فرمادیں اور مؤلف سلمہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنادیں۔ آمین

فقط

طلبگار شفاعت رسالت پناہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ وعن والدیہ ومشائخہ اجمعین۔

۳ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

از ولی کامل شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بندہ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی درج بالا تحریر سے حرف بحرف متفق ہے۔

زاد اللہ عزوجل فی علم المؤلف زید مجدہ وتقواہ۔ آمین

فیض احمد

۶ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

فہرست

باب نمبر ۱

محبت رسول ﷺ اور اُس کے اسباب

محبت رسول ﷺ کے اسباب

انسانی فطرت دوسروں کے کمالات حسن و جمال وغیرہ سے متاثر ہو کر ان سے محبت کرنے لگ جاتی ہے۔ اللہ پاک نے حضور علیہ السلام کو ہر خوبی علی وجہ الکمال عطا کی۔ اس لئے ہر مومن اپنے پیارے نبی سے بے ساختہ محبت کرتا ہے محبت رسول ﷺ کے اسباب کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ محبوب رب ذوالجلال

حضور علیہ السلام سے محبت کرنے کی پہلی اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے بھی محبوب ہیں۔ قرآن کریم آپ علیہ السلام کے کمال و جمال پر سب سے بڑا گواہ ہے۔ جس طرح قرآن مجید کے علمی عجائبات کی انتہا نہیں اسی طرح سیرت نبوی ﷺ کے عملی عجائبات کی انتہا نہیں۔

قرآن مجید میں انبیاء کرام سے عہد لینے کا تذکرہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ پہلے فرمایا۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی فرمانے لگے کہ اے اللہ کے محبوب! آپ کی شان کتنی بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انبیاء کرام کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک سب سے پہلے کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۔ پس رب کائنات نے آپ کا ذکر اتنا بلند کیا کہ کلمے میں آپ کا تذکرہ کیا۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں لفظ اللہ اور محمد کے درمیان کوئی حرف یا لفظ وغیرہ نہیں ہے۔ مزید برآں لا الہ الا اللہ کے بارہ حروف ہیں تو محمد رسول اللہ کے بھی بارہ حروف ہیں۔ اسی طرح نماز اذان میں بھی آپ کا تذکرہ ہے آج مشرق و مغرب اور شمال تا جنوب کوئی ملک ایسا نہیں جہاں اذان اقامت کے ذریعے آپ کا ذکر مبارک نہ ہوتا ہو۔

بلغ العلیٰ بکمالہ ۔ کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ ۔ صلوا علیہ و آلہ

۲۔ حسن و جمال

کسی سے محبت کا دوسرا سبب محبوب کا حسن و جمال ہوتا ہے۔ خوب صورت شخصیت، خوب صورت چیز یا خوب صورت منظر دیکھ کر انسان کا دل بے اختیار اس کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا حسن و جمال الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو ہمارے نبی سب انبیاء کرام میں سے صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے احسن تھے۔ (شمائل ترمذی)۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے گھیر لیا۔ حضور علیہ السلام نے میرے رخسار پر ہاتھ رکھا تو مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی کہ جیسے وہ ہاتھ ابھی عطر فروش کے تھیلے سے نکالا گیا ہو۔

حدیث پاک میں آیا ہے اَللّٰہُ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ (اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند کرتا ہے) جب اللہ تعالیٰ خوب صورتی کو پسند کرتا ہے تو جس ذات کو اس نے اپنا محبوب بنایا اس ذات کو کتنا حسین و جمیل بنایا ہوگا۔

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسول ہے

یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں کہا۔ جو کوئی یکا یک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آجاتا وہ دہل جاتا جو پہچان کر آ بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا دیکھنے والا ان کی تعریف میں کہا کرتا کہ میں نے ان جیسا نہ پہلے دیکھا نہ پیچھے دیکھا۔

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں غار ثور اور سفر ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! مجھے تیری گود ایک کھلے رحل کی مانند نظر آتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس رحل میں رکھے ہوئے قرآن کی مانند نظر آتا ہے اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تو مجھے ایک قاری کی مانند نظر آتا ہے جو بیٹھا ہوا اس قرآن کو پڑھ رہا ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

۳۔ فضل و کمال

کسی سے محبت کرنے کی تیسری وجہ اس کا فضل و کمال ہوتا ہے اللہ پاک قرآن میں آپ کے متعلق فرماتا ہے۔ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۔ یعنی آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، یعنی تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں اور یہ ایک اصول کی بات ہے کہ جو وصف کسی چیز پر ختم ہوتا ہے وہیں سے شروع بھی ہوتا ہے اگر وہاں ختم نہ ہو تو شروع بھی نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور یوں سمجھئے کہ جیسے بجلی کے قمقمے پورے شہر میں روشن ہیں یہ سب پاور ہاؤس پر جا کر ختم ہوتے ہیں تو پاور ہاؤس کو ہم خاتم البروق کہیں گے کہ اس پر ساری بجلیوں کی انتہا ہے مگر مبداء بھی تو وہی ہے وہاں اگر بجلیاں نہ ہوں تو قمقموں میں کہاں سے آئیں گی تو جہاں کوئی چیز ختم ہوتی ہے تو شروع بھی وہیں سے ہوتی ہے تو پاور ہاؤس پر اگر بجلیوں کا اختتام ہے تو بجلیوں کا افتتاح بھی وہیں سے ہے جیسے ہم کہیں کہ آدم علیہ السلام سب کے باپ ہیں تو وہ خاتم

الآباء ہیں یعنی باپ ہونا ان پر ختم ہے ان سے آگے کوئی باپ نہیں وہی آخری باپ ہیں تو فاتح الآباء بھی تو وہی ہیں اگر وہ باپ نہ بنتے تو ہم اور آپ کیسے ہوتے۔

جیسے ہم یوں کہتے ہیں کہ ہم سب موجود ہیں سب میں وجود ہے اور سب کے وجود کی انتہاء ذات حق ہے حق تعالیٰ خاتم الوجود ہیں۔ تو فاتح الوجود بھی ہیں تو جو وصف جس ذات پر ختم ہوتا ہے اسی ذات سے شروع بھی ہوتا ہے تو جب نبوت کے سارے کمالات آپ پر ختم ہیں تو آپ خاتم الکمالات ہیں تو فاتح الکمالات بھی آپ ہی ہوئے۔ وہاں سے کمالات نہ چلتے تو انبیاء کو کیسے ملتے اولیاء کو کیسے ملتے، اس لئے آپ خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی اس لئے آپ علیہ السلام کے سارے کمالات کی جڑ ایک ہی لفظ ہے اور وہ ہے ختم نبوت اگر کوئی ختم نبوت کا منکر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی ساری خصوصیات کا منکر ہے اس نے دین کی بنیاد ڈھا دی تو ساری نبوتوں کے کمالات علمی عملی اخلاقی سب آپ پر آ کر ختم ہو گئے ہیں۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا۔

(اقبال)

حضرت محمد ﷺ رحمت ہی رحمت

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب کے بعد آپ کا مخلوقات عالم کے لئے مجسمہ ورحمت ہونا بتلایا جاتا ہے تا کہ ایسی محسن شخصیت کے مقام کو پہچان کر اسکی اتباع آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اے پیارے! ہم نے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے آپ ﷺ دنیا کی ہر مخلوق کے لئے رحمت ثابت ہوئے۔ جس کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

انسانوں کے لئے رحمت

آپ ﷺ کی رحمت سے انسانوں نے بھرپور فائدہ اُٹھایا آپ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! میرے بعد میری امت پر کوئی ایسا عذاب نہ آئے کہ ان کی شکلوں کو تبدیل کر دیا جائے اللہ نے دعا قبول فرمائی۔ آج جو ہم اپنی شکلوں پہ زندہ ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا صدقہ ہے ورنہ پہلی اُمتوں کی طرح پکڑ ہوتی تو سینکڑوں میں سے

کوئی ایک ہوتا جو اپنی اصلی شکل پر باقی رہتا۔

جانوروں کے لئے رحمت

نبی اکرم ﷺ کی رحمت سے جانوروں نے بھی رحمت پائی ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آپ ﷺ کے قدموں میں آیا۔ آپ ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ بے زبان جانور ہے تمہیں چاہیے کہ اس کے ساتھ نرمی برتو، یہ شکوہ کر رہا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور اسے چارہ تھوڑا دیتے ہو۔ سبحان اللہ، جانور بھی آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنی تکالیف بیان کرتے تھے۔

عورتوں کیلئے رحمت

آپ ﷺ کی رحمت سے عورتوں نے بھی فائدہ اُٹھایا۔ آپ سوچیں گے وہ کیسے؟ دیکھیں، حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اس معاشرے میں عورت کی کیا وقعت تھی؟ لوگ اپنے گھر میں بیٹی کی پیدائش کو برا سمجھتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔ باپ بیٹی کو محبت اور پیار کی نظر سے نہیں دیکھا کرتا تھا مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا! جس شخص کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش کرے حتی کہ ان کا نکاح کر دے تو وہ شخص جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ اس حدیث مبارکہ کے پڑھنے کے بعد بھلا کوئی مومن اپنی بیٹی کو حقارت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے؟ نہیں بلکہ وہ سمجھے گا کہ میرے لئے تو جنت کا دروازہ کھل گیا۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے بیویوں کے ساتھ نہایت ظلم کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آیات اتر آئیں۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (اور تم ان سے معروف طریقے سے زندگی گزارو) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ (وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو)۔ ایک آدمی لباس کے بغیر ننگا ہوتا ہے اسی طرح اگر تم ازدواجی زندگی نہیں گزارو گے تو تمہاری زندگی بھی ہر وقت خطرے میں ہوگی۔

بوڑھوں کیلئے رحمت

آپ ﷺ کی آمد سے بوڑھوں کو بھی عزت ملی اس وقت بوڑھوں کی کوئی عزت نہیں کرتا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی ایسے شخص کی عزت کی جس کے بال اسلام میں سفید ہو گئے ہوں تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے اپنے اللہ تعالیٰ کی عزت کی۔

مزدوروں کیلئے رحمت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہاتھ بہت سخت ہیں۔ وجہ پوچھی تو عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں پہاڑ پر رہتا ہوں، وہاں پر پتھر توڑ کر اپنی زندگی گذارتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ. (ہاتھ سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے)۔ مزدوروں کو بھی عزت مل گئی۔

بچوں کیلئے رحمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے چھوٹوں کو عزت ملی۔ فرمایا، جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ گویا چھوٹوں نے بھی حضور ﷺ کی رحمت سے حصہ پایا۔

فرشتوں کیلئے رحمت

نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ جبرئیلؑ سے پوچھا جبرئیلؑ! کیا آپ کو بھی میری رحمت سے حصہ ملا؟ عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مجھے اپنے انجام کے بارے میں ڈر لگا رہتا تھا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو آیات اتریں۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ. ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ. مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ. پس مجھے اپنے انجام کے بارے میں تسلی نصیب ہوگئی۔

دشمنوں کیلئے رحمت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپ ﷺ قریش مکہ سے ان کی ایذا رسانیوں کا بدلہ چکا سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں وہی کروں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ. پس آپ ﷺ دشمنوں کے لئے رحمت ثابت ہوئے۔

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے — جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ — وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

پس نبی اکرم ﷺ کی رحمت اللعالمین ذات سے محبت کرنا ایمان ہے اور آپ کے احکامات کی تعمیل کرنا ہماری پہچان ہو جائے اور اتباع سنت کے مقابلہ میں دنیا کے سیم وزر ہیچ ہو جائیں

پتھروں کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا

ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ابو جہل آیا اس کی مٹھی میں کنکریاں تھیں۔ کہنے لگا اگر آپ ﷺ یہ بتا دیں کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ فرمایا تو کنکریوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ مگر افسوس کہ اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھا اسی لئے وعدے سے مکر گیا۔

پتھر کا آپ ﷺ کو سلام

ایک پتھر ایسا تھا کہ جب آپ ﷺ اس کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر سلام کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے نبوت سے پہلے بھی سلام کرتا تھا اور آج بھی مجھے سلام کرتا ہے۔

یارب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

باب نمبر۲

محبت نبوی ﷺ
اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

فصل نمبر۱:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی ضرورت واہمیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کا جزو لازم ہے۔ قرآن وسنت کی رو سے ضروری ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں حضور ﷺ کی محبت اپنی جان، والدین، اہل وعیال، مال ودولت اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کی محبت تکمیل ایمان کے لئے شرط ہے۔ جب انسان کے دل میں کسی کی محبت بس جاتی ہے تو اس کے لئے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی فطرت انسانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ پاک نے حضور ﷺ کی شخصیت کا تعارف صرف مطاع (جس کی پیروی کی جائے) ہونے کی حیثیت سے نہیں کرایا بلکہ جا بجا آپ کی عظمت شان بلندی درجات اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ فرمایا تاکہ مطاع کے ساتھ ساتھ آپ کا مرتبہ عند الناس محبوبیت کے درجہ کو پہنچ جائے۔ اس مقام پر پہنچ کر ایک مسلمان کے لئے آپ کی اتباع نہایت سہل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے خود نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ارشادات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت پیدا کرنے کے طرق بڑے احسن

انداز میں بیان فرمائیں ذیل اسی کے متعلق چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

حلاوتِ ایمان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔

۱۔ وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں یعنی جتنی محبت اسکو اللہ اور رسول ﷺ سے ہو اتنی کسی سے نہ ہو۔

۲۔ وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہو اور محض اللہ ہی کے لئے محبت ہو یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو۔ محض اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ اللہ والا ہے۔

۳۔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچالیا ہو خواہ پہلے ہی بچا رکھا ہو خواہ کفر سے توبہ کرلی اور بچ گیا اور اس بچالینے کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں کوئی شخص پورا ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ اپنے والدین سے بھی زیادہ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور سب آدمیوں سے بھی زیادہ۔ (حوالہ بالا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں دیتا ہے اور مجھ سے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) محبت رکھو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے۔ (ترمذی)۔

فائدہ: اسکا یہ مطلب نہیں کہ صرف غذا دینے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات واحسانات جو بے شمار ہیں اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو یہ احسان تو بہت ظاہر ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور تمہاری حالت اس شخص کی سی ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی اور اس پر

پروانے آکر گرنے لگے وہ ان کو ہٹاتا ہے مگر وہ اس کی نہیں مانتے اور آگ میں جھلتے ہیں اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں اور دوزخ میں لے جانے والی چیزوں سے روکتا ہوں اور تم اسی میں گھسے جاتے ہو۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کو دوزخ سے بچانے کا کتنا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ یہ محبت نہیں تو کیا ہے اگر ہم کو ایسی محبت کرنے والے سے محبت نہ ہو تو افسوس ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی میں سزا دی تھی۔ ایک دفعہ پھر لایا گیا اور سزا کا حکم ہو کر سزا دی گئی۔ ایک شخص نے کہا اے اللہ اس پر لعنت کر، کس کثرت سے یہ شراب پیتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو واللہ میرا یہ علم ہے کہ یہ خدا اور رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

فائدہ: یعنی خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی کتنی قدر فرمائی گئی کہ اتنا بڑا گناہ کرنے پر بھی اس پر لعنت کی اجازت نہیں دی گئی، یہ ہے آپ ﷺ کی شفقت۔

اللھم انی اسئلک حبک وحب من یحبک والعمل الذی یبلغنی حبک اللھم اجعل حبک احب الی من نفسی واھلی ومن الماء البارد۔ (حصن حصین)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی اہمیت

جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا جزو لازم ہے۔ قرآن وسنت کی رو سے ضروری ہے کہ ہر شخص کے دل میں جناب نبی کریم ﷺ کی محبت اپنی جان والد، اہل وعیال، مال ودولت اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہو۔ جس کا دل آپ کے ساتھ اس قسم کی محبت سے محروم ہے، وہ عذاب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔ اس پر دنیا میں، یا آخرت میں، یا دونوں ہی میں عذاب نازل ہونے کی وعید ہے۔ قرآن وسنت میں اس بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے، اس کا مختصر ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام

رکھا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! یقیناً آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں'' عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ کی قسم یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر اب بات بنی ہے۔ (صحیح البخاری)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل، مال اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (صحیح المسلم)۔

حضور ﷺ سے محبت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ. (رواہ البخاری)

ترجمہ۔۔۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنی بیٹے اور باپ سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

تشریح۔۔۔ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت طبعی اور دوسری محبت عقلی، یہاں حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جس محبت کو ایمان کی شرط بتلایا گیا ہے وہ محبت عقلی ہے حاصل یہ ہے کہ بے شک ایک مؤمن آدمی اپنے اہل واقارب سے محبت رکھتا ہے ان کے

حقوق پورے کرتا رہتے ان کی ہمدردی و خیر خواہی کرتا لیکن یہ سب کچھ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اور تابع ہو کر اور کہیں بھی ایسا نہ ہو کہ اولاد یا والدین وغیرہ کسی کی رضامندی کے لئے حضور ﷺ کی نافرمانی کرے یا آپ کے حکم کی پرواہ نہ کرے اگر خدانخواستہ کسی مسلمان نے ایسا کیا تو پھر اس کا ایمان کامل نہیں ہے وہ اس کی فکر کرے۔

اللہ کی طرف سے وعید

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ رسول کریم اور ﷺ جہاد سے زیادہ محبت اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں، برادریوں، مالوں، تجارت یا گھروں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں۔

(قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ.

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو، تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول کریم ﷺ اور ان کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم اس بات کا انتظار کرو کہ اس کے گوناگوں عذابوں میں سے تم پر کس قسم کا عذاب نازل ہوتا ہے۔" (مختصر تفسیر ابن کثیر)۔

امام مجاہد اور امام حسن اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔ حتی یاتی اللہ بامرہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اخروی عذاب یا فوری دنیوی عذاب" علامہ زمخشری فرماتے ہیں: "یہ انتہائی خوف ناک آیت ہے اس سے زیادہ خوف ناک آیت تم اور کوئی نہ پاؤ گے۔ امام

قرطبی کا فرمان ہے: "یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم ﷺ کی محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ محبت ہر عزیز اور پیاری چیز کی محبت پر مقدم ہے"۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "قیامت کب ہے؟" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟" اس نے عرض کی: "اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔" نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مسرت نہ ہوئی جتنی نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی: فانک مع من احببت۔ (بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی) سے ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مزید کہا: "میں اللہ تعالیٰ ان کے رسول ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ (آخرت میں) انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کئے۔"

امام بخاری اور امام مسلم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے لیکن اس نے اتنے نیک اعمال نہیں کئے جتنے انہوں نے کیے ہیں؟" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس نے محبت کی۔" نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی۔ (المرء مع من أحب) سے مراد یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت کی اسی کے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اللہ اکبر! نبی کریم ﷺ سے محبت کا ثمرہ اور اجر کس قدر عظیم اور شاندار ہے اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب کریم ﷺ کی محبت اور اس کا ثمرہ ہمارے نصیب میں فرما۔

یارب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

فصل نمبر ۲:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محبت رسول ﷺ

''صحابیت'' کا مقام

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین میں سے ہیں مشہور بزرگ فقیہ محدث گزرے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے عجیب سوال کیا۔ سوال یہ کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں؟ یا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ افضل ہیں؟ سوال کرنے والے نے یہ سوال اس طرح ترتیب دیا کہ صحابہ کرام میں سے ان صحابی کا انتخاب کیا جن کے بارے میں لوگوں نے طرح طرح کی مختلف باتیں مشہور کررکھی ہیں اور اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو اس لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی، اس عقیدے پر تقریباً ساری امت متفق ہے بہرحال صحابہ کرام میں سے تو ان صحابی کو لیا جن کی شخصیت متنازع فیہ رہی ہے اور دوسری طرف سوال میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کا انتخاب کیا جن کو عدل و انصاف اور تقویٰ و طہارت وغیرہ میں ''عمر ثانی'' کہا جاتا ہے۔

اور یہ دوسری صدی ہجری کے مجدد ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا بہرحال حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ بھائی! تم یہ پوچھ رہے ہو کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز افضل ہیں؟ ارے! حضرت معاویہ تو درکنار حضور اقدس ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے جو مٹی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک میں گئی تھی وہ مٹی بھی حضرت عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ''صحابیت'' کا جو مقام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا ساری زندگی انسان کوشش کرتا رہے تب بھی ''صحابیت'' کا وہ مقام حاصل نہیں کرسکتا۔

(البدایہ والنہایہ جلد اول)۔

فصل نمبر ۳:

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور محبت رسول ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے وہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کا دیدار کیا اور ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی صحبت پائی۔ درحقیقت یہ عشاق کی ایک جماعت تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے چنا کہ وہ محبوب کی ادائیں اپنائیں اور اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر کے بعد والوں تک پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو آخری شریعت اپنے محبوب ﷺ پر نازل فرمائی بعد میں آنے والے حالات کسی کو یہ کہنے کا موقع دے سکتے تھے کہ یہ شریعت صرف اسی خیر القرون کے لئے مخصوص تھی اب ماڈرن زمانہ ہے۔ تو اللہ پاک نے حضرات صحابہ کرام کی یہ جماعت تشکیل فرما کر قیامت تک کے لئے ایسے معترضین کا جواب مہیا فرمادیا کہ زمانہ کیسا ہی ہو حالات و واقعات کیسے ہی دلخراش کیوں نہ ہو شریعت محمدی قیامت تک کے لئے رائج العمل ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات محبت رسول کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں شمع رسالت کے ان پروانوں میں سے سب سے پہلے حضرات خلفاء راشدین کی مبارک زندگی میں سے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور محبت رسول ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس اُمت کے سرخیل اور محبت رسول ﷺ میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی آپ کی چار پشتیں صحابی بنیں۔ رنگ سرخ و سفید اور بدن دبلا پتلا تھا آپ نے حضور علیہ السلام سے کمالات نبوت سب سے زیادہ حاصل کئے قرآن مجید میں آپ کے بارہ میں ثانی اثنین اور لصاحبہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

محبِ صادق کی پسند

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

حبب الی من دنیا کم ثلث . الطیب والنساء وجعلت قرة عینی فی الصلوة

''تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں ۔ خوشبو، نیک بیوی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے''۔

وفاؤں کے بادشاہ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر تڑپ اُٹھے اور عرض کیا اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں۔

النظر الی وجهک . انفاق مالی علی امرک . وان تکون بنتی فی بیتک.

آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھنا آپ ﷺ کے حکم پر مال خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ ﷺ کے نکاح میں ہے

ان تینوں چیزوں کا مرکز ومحور دیکھا جائے تو آقائے نامدار ﷺ کی ذات بابرکات بنتی ہے۔ یہی تو عاشق صادق کی پہچان ہوتی ہے کہ اس کا سب کچھ اپنے محبوب پر قربان ہوتا ہے۔

کمال ادب

حضرت ابو بکرؓ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، لینے والے کا نیچے ہوتا ہے۔ میں اپنے آقا ﷺ کی اتنی بے ادبی نہیں کرنا چاہتا اس لئے رب کائنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا کہ اے اللہ! میرے محبوب ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابو بکرؓ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابو بکرؓ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ کرتے تھے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔'' ان من امن الناس علی فی صحبته وماله ابوبکرؓ'' بے شک لوگوں میں سب سے بڑا محسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابو بکرؓ ہے۔

از محبت تلخہا شیریں شود

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ابو بکرؓ کو پھٹے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا، ابو بکرؓ! تم پر ایک وقت خوشحالی کا تھا اب تمہیں دین کی وجہ سے کتنی مشقتیں اٹھانی پڑ رہی

ہیں ۔ ابو بکرؓ تڑپ کر بولے ۔

اما لو عشت عمر الدنیا واعذب به جمیعا اشد العذاب لا یفرجنی فرج الملح.

اگر ساری زندگی اسی مشقت میں گزار دوں اور شدید عذاب میں مبتلا رہوں حتیٰ کہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی نہ لگے اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کی معیت کے بدلے یہ سب کچھ برداشت کرنا میرے لئے آسان ہے

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا، میرے پاس کافی مال تھا میں نے سوچا آج میں ابو بکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا، چنانچہ میں نے آدھا مال صدقہ کیا، نبی علیہ السلام نے پوچھا اہل خانہ کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا، مثلہ (اسکے برابر)۔ اتنے میں ابو بکرؓ بھی اپنا مال لیکر آئے۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا ''ما ابقیت لاهلک قال ابقیت لهم الله ورسوله'' (اہل خانہ کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر آیا ہوں) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا ''لا اسابقک فی شئی ابدا'' (میں تمہارے ساتھ کسی چیز میں مقابلہ نہ کروں گا)۔ علامہ اقبال نے اس واقعے کو عجیب انداز میں پیش کیا ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق ومحبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس کا چشم جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضور ﷺ چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق ومحبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

عشق کا سوز زمانے کو دکھاتا جاؤں

حضرت ابو بکر صدیقؓ عشق رسول ﷺ میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ ان کو اپنے محبوب ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کہ دی تو حضرت ابو بکرؓ نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔

عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات

ایک مرتبہ ابو جہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابو بکرؓ شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا ''تو دفع ہو جا اور جا کر لات ومنات کی شرمگاہ کو چاٹ'' یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق اچھے برے انجام کا نہیں سوچتا۔

عقل انسانی ہے فانی زندہ جاوید عشق

جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرمالیا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے۔ سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کر لی۔ اکثر صحابہؓ کی رائے تھی کہ لشکر اسلام کو واپس بلا لیا جائے جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے کے لئے روانہ کر چکے تھے لیکن ابو بکرؓ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ابو بکرؓ سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جس کو اللہ کے محبوب ﷺ نے آگے بھیجا ہے۔ میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤں گا اگرچہ مجھے یقین ہو کہ کتے میری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں گے'' عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی۔ سازشیں خود بخود ختم ہو گئیں، دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے سیاسی حالات کا رخ بدل گیا۔ عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

عشق اول، عشق آخر

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو، زندگی میں تو

مشابہت تھی ہی سہی فوت ہونے میں بھی مشابہت مطلوب تھی۔

اللہ اللہ یہ شوق انتہا ہے آخر
تھے جو صدیقؓ اکبرؓ بلکہ عاشق اکبر

حضرت ابو بکرؓ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو روضہ اقدس کے دروازے پر لے جا کر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کر دینا ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا۔ چنانچہ جب آپؓ کا جنازہ دروازہ پر رکھا گیا تو ''انشق القفل وانفتح الباب'' (تالہ کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا) اور ایک آواز صحابہؓ نے سنی کہا ادخلوا الحبیب الی الحبیب (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ)۔ (شواہد النبوۃ)

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب۔
(اقبال)

حضرت عمرؓ اور محبت رسول ﷺ

حضرت عمرؓ بہت صاف اور سنجیدہ مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے جب ایمان قبول کر لیا تو بیت اللہ شریف کے قریب جا کر اعلان کیا اے قریش مکہ! مسلمان برسر عام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے وہ عمرؓ کے مقابلے میں آئے۔ آپؓ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں پھر ساری زندگی اسی پر جمے رہے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا

نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق کا مقدمہ پیش ہوا۔ یہودی چونکہ حق پر تھا لہٰذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق نے سوچا کہ حضرت عمرؓ یہودیوں پر سخت گیر ہیں ذرا ان سے بھی فیصلہ کروالیں۔ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے میرے پاس آیا ہے، آپ اپنے گھر سے تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑادی پھر کہا جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا عمرؓ اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص 88)

محبوب کے محبوب کو ترجیح

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر کیا ابن عمرؓ نے پوچھا کہ آپؓ نے اسامہؓ کو ترجیح کیوں دی؟ وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہؓ تمہاری نسبت نبی ﷺ کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہؓ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارا تھا۔ پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔

(ترمذی، کتاب المناقب زید بن حارثہ)

اکبادنا مجروحۃ

اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے آپؓ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی، جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی اکرم ﷺ کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے۔ حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں سے آنسو آگئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ بوڑھی عورت نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی، امیر المومنینؓ! آپ رات کے وقت میرے دروازے پر کیسے آئے؟ آپؓ نے فرمایا ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے۔

علی محمد صلوۃ الابرار
صلی علیہ الطیبون الاخیار
قد کان قواما بکی بالاسحار
یالیت شعری والمنایا اطوار
ھل تجمعنی وحبی الدار

(حضرت محمد ﷺ پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے موت تو آنی ہی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب ﷺ کا وصل نصیب ہوگا)۔

حضرت عمرؓ وہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

حضرت عثمانؓ اور محبت رسول ﷺ

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنیؓ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ جب صحابہ کرامؓ کو پتہ چلا تو بہت غمگین ہوئے۔ بعض نے کہا کہ عثمانؓ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرکے آئیں گے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عثمانؓ میرے بغیر طواف نہیں کرے گا۔ حضرت عثمانؓ واپس آئے تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ کیا آپؓ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم قریش مجھے طواف کرنے کے لئے اصرار کرتے رہے اگر میں وہاں ایک سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔

تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

☆ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے نبی علیہ السلام کو اپنے گھر کھانے کے لئے مدعو کیا۔ جب نبی علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف چلے تو

حضرت عثمانؓ سارا راستہ نبی علیہ السلام کے قدم مبارک کی طرف دیکھتے رہے۔ صحابہ کرا[م] نے جب یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے اس کی و[جہ] دریافت کی۔ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آ[ئی] ہے کہ میری خوشی کی انتہا نہیں میں نے نیت کی تھی کہ آپ ﷺ جتنے قدم اپنے گھر سے چل کر یہاں آئیں گے میں اتنے غلام اللہ کے راستے میں آزاد کروں گا۔ (جامع المعجزات)

فطرت او آتش اندوزد ز عشق
عالم افروزی بیاموزد ز عشق

حضرت علیؓ اور محبت رسول ﷺ

راہِ محبت کی پہلی منزل

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ جب یہ بھوک کی شدت سے بیتاب ہو گئے تو کچھ کام کی تلاش میں نکلے۔ یہ ایک باغ کی بیوہ مالکن کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ ”میں ایک غریب مزدور ہوں کیا تم اپنا باغ سیراب کرانا چاہتی ہو؟ جو معاوضہ تم مجھے دوگی وہ قبول ہوگا“۔

اس نے کہا ہاں! مجھے اپنے باغ میں ایک پانی دینے والے کی ضرورت ہے“۔

حضرت علیؓ تمام رات اس باغ کو پانی دیتے رہے جب فجر کا وقت ہوا تو آپ نے کام بند کر دیا اس عورت نے آپ کو کچھ کھجوریں رات بھر کی اُجرت کے سلسلے میں پیش کیں۔

آپ نے انہیں قبول کر لیا۔ بھوک کی شدت سے کلیجہ منہ کو آ رہا تھا چاہا کہ تھوڑی کھجوریں کھا کر پانی پی لیں لیکن فوراً یہ خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اکثر بھوکے رہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ فاقہ سے ہوں اور میں اپنی بھوک کو تسکین دوں چونکہ ان کی نظر میں اعمال کا محور شکم نہیں بلکہ محبت رسول ﷺ تھا اس لئے فوراً کھجوریں کھانے سے ہاتھ روک لیا اپنی ہر چیز کو محبوب کی راہ میں قربان کرنا ہی محبت کا مقصودِ زندگی ہوتا ہے بلکہ یہ تو راہِ محبت کی پہلی منزل ہے۔

غرض حضرت علیؓ کھجوروں کی پوٹلی بغل میں دبائے اس غرض سے مسجد نبوی کی

طرف روانہ ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر یہ کھجوریں کھائیں گے اور اپنی بھوک کو تسلی دیں گے رسول اللہ ﷺ ابھی حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے تھے اس لئے حضرت علی مسجد کے ایک گوشہ میں فرش خاک پر دراز ہو گئے تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ اللہ کا وہ شیر ننگے بدن زمین پر پڑا سو رہا ہے خاک جسم پر لپٹی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اجلس یا اباتراب" یعنی اے مٹی کے مالک اُٹھ“۔ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر کھجوروں کا نذرانہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔

(شرح اسرار خودی یوسف سلیم چشتی ص ۴۱۷)

ذوق و شوق دیکھ دلِ بے قرار کا

حضرت علیؓ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ”میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی وحی آسمانی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کی جدائی عظیم صدمہ ہے اگر آپ ﷺ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا تو ہم آپ ﷺ پر آنسو بہاتے تاہم درد و درمان اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا“۔

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری

جب رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا تو اس وقت آپ کے پاس کفار کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں، جو آپ ﷺ کو قتل کرنے پر آمادہ تھے۔ آپ ﷺ نے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لے کر مدینہ کو روانگی کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ چادر اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سو جائیں صبح ہونے پر تمام لوگوں کی امانتیں تقسیم کر دیں۔ جب تمام امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچ جائیں تو مدینہ کا سفر اختیار کریں۔

حضرت علیؓ جب صبح کو اُٹھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نکل جانے پر کفار کے غصہ کو دیکھا کفار نے یہ اعلان کر دیا کہ جو بھی محمد ﷺ کو زندہ یا مردہ پیش کرے گا اس کو سو سرخ اُونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ کئی لوگ آپ کے تعاقب میں نکل کھڑے

ہوئے قریش کا ایک بڑا قافلہ غار ثور تک جا پہنچا حضرت علیؓ کلیجے پر پتھر رکھے اپنے حبیب ﷺ کے متعلق ان سازشوں کو دیکھ اور سن رہے تھے اس سے ان کی بے چینی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلدی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچائیں اور مدینہ کی روانگی کا ارادہ کیا سواری کا کوئی انتظام نہیں تھا نہ تو وہ کسی پر اپنا مدینہ روانگی کا ارادہ ظاہر کر سکتے تھے اور نہ مکہ میں ان کا کوئی مخلص و مددگار بچا تھا اب ایک طرف مدینہ کا پانچ سو کلومیٹر کا دشوار گزار راستہ تھا جن میں دشوار گزار پہاڑ ہیں، ریت کے چلتے پھرتے ٹیلے تھے جن کو اُڑا کر ہوا جگہ جگہ منتقل کرتی رہتی ہے، زہر آلودہ گرم ہوائیں، جنگلی جانور، گرمی، پیاس، نہ جانے کتنے ایسے خدشات جو زندگی کو ایک لمحہ میں ختم کر دیں دوسری طرف اپنے محبوب کی پیاری زندگی ان کے خیریت سے پہنچ جانے کی فکر تھی۔ ان سے جدا ہو جانے کی تڑپ تھی جس نے بچپن سے ایک لمحہ بھی آپ ﷺ سے الگ نہیں گزارا تھا اب کئی دن سے اس پرنور چہرے کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئی تھیں اب وہ خوف اور شوق کے دوراہے پر کھڑے تھے۔

خوف کہتا ہے کہ ''یثرب کی طرف تنہا نہ چل''
شوق کہتا ہے کہ ''تو مسلم ہے بیباکانہ چل''
(اقبالؒ)

غرض ان کا شوق و اشتیاق خوف و احتیاط کے جذبہ پر غالب آگیا اور وہ تن تنہا مدینہ کی طرف چل پڑے، بس ایک برہنہ تلوار ان کی ساتھی و مددگار تھی۔ ابھی رسول اللہ ﷺ کا قافلہ مدینہ پہنچا بھی نہیں کہ حضرت علیؓ جا پہنچے۔ یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مکہ سے بے یار و مددگار اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہنے والے نبی ﷺ جب مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو ان کا شاندار استقبال ہو رہا تھا اسلام کے متوالے خوشی سے جھوم رہے تھے۔ نوجوان لڑکیاں دف بجا بجا کر نعت پڑھ رہی تھیں کہ ان پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔

لوگوں نے حضرت علیؓ کو پہنچتے دیکھا تو خوشی اور دوبالا ہو گئی۔ حضرت علیؓ سے

چلا نہیں جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی طرف بڑھنا چاہا تو حضرت علیؓ دوڑ کر آپ سے لپٹ گئے آپ ﷺ نے ان کی حالت دیکھ کر فرمایا ''علیؓ! یہ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے پیر سوجھے ہوئے ہیں رنگ جھلس کر سیاہ ہو گیا ہے کمزوری سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا ہونٹوں پر خشکی کی پرتیں جمی ہوئی ہیں تم سے تو بولا تک نہیں جا رہا۔'' عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ بارہ دن سے لگاتار سفر کر رہا ہوں رات کو سفر کرتا تھا اور دوپہر کو ریت کے ٹیلوں کی آڑ میں چھپا رہتا تھا چلتے چلتے جب آپ ﷺ کا خیال آتا تھا تو بھاگنا شروع کر دیتا تھا۔'' رسول اللہ نے فرمایا ''علی کاش تم چند دن مکہ میں اور ٹھہرتے اور اطمینان سے سواری کا انتظام کر کے آتے'' عرض کیا ''یا رسول اللہ میں نے سوچا مگر مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں ایک لمحہ بھی آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہ کر سکا۔''

(تاریخ اسلام، تاریخ الخلفاء)

فصل نمبر ۴:

صحابہ کرامؓ اور محبت رسول ﷺ کے متفرق واقعات

موت کیا ہے فقط عالم معنی کا سفر

حضرت انس بن نضرؓ جنگ احد میں لڑتے لڑتے بہت آگے نکل گئے جب ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا تو مسلمانوں کو پریشانی کے عالم میں پایا۔ پوچھا کیا ہوا؟ جواب ملا کہ جن کے لئے لڑتے تھے وہ ہی نہ رہے تو اب کیا کریں، ہم نے سنا ہے کہ نبی علیہ السلام شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضرؓ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور فرمایا کہ لوگو ہم نبی علیہ السلام کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے چنانچہ آگے بڑھے اور لڑ کر شہادت پائی۔ جب ان کی لاش دیکھی گئی تو تلوار اور نیزے کے 80 زخم تھے۔ کوئی شخص نہ پہچان سکا ان کی بہن نے انگلیوں سے ان کی شناخت کی۔ (بخاری غزوہ احد 578)

موت ہے عیش جاوداں

جنگ اُحد میں جب کفار نے نبی علیہ السلام پر حملے کی پرزور کوشش کی تو چند

نوجوان صحابہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ گئے ان میں اکثر نے جام شہادت نوش کیا۔ ایک صحابیؓ کو زخموں سے چور حالت میں دیکھا گیا، کسی نے پوچھا کہ آپ کو کیا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ آخری لمحے میں اپنے محبوب ﷺ کو دیکھنا چاہتا ہوں وہ کو اٹھا کر نبی علیہ السلام کے پاس لئے آئے انہوں نے جب چہرہ انور کو دیکھا تو آخ ہچکی لی اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ (مسلم غزوہ احد)۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے

اسی مضمون کو کسی دوسرے شاعر نے دوسرے انداز سے باندھا ہے

تیرے قدموں میں سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے
یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے

اسی مضمون کو ایک شاعر نے تیسرے انداز سے باندھا ہے

تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

حضور سے محبت کی انتہا

فتح مکہ سے پہلے حضرت زیدؓ دشمنان اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ا سفیانؓ نے ان سے پوچھا کہ اے زیدؓ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں ک سچ بتا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس ہوتے اور تمہاری جگ تمہارے پیغمبر اسلام ہوتے؟ حضرت زیدؓ نے تڑپ کر کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے تو یہ بھ پسند نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں رہوں اور میرے آقا و سردار کو کانٹا چبھے۔ یہ سن کر ا سفیانؓ نے کہا کہ میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے اتنی محبت کی جاتی ہو جتنا کہ مسلمان اپنے رسول ﷺ سے کرتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت بلالؓ کی فرحت

حضرت بلالؓ کا وقت وفات قریب آیا تو بیوی نے کہا ۔ واحزناہ (ہائے غم) آپ نے فرمایا۔ والفرحتاہ غدا نلقی محمدا واصحابہ (واہ خوشی کہ کل ہم محمد ﷺ

اور ان کے اصحابؓ سے ملیں گے) اس سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کس طرح دیوانہ وار نبی علیہ السلام سے محبت کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

عمرو بن عاص کے آخری کلمات

حضرت عمرو بن العاصؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے کو فرمایا "کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ (بخاری شریف)

سب چہروں سے محبوب چہرہ

اہل یمامہ کے سردار حضرت ثمامہ بن اثال نے ایمان لا کر کہا "یا رسول اللہ! میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آج سے پہلے روئے زمین پر کوئی چہرہ مجھے آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا مگر آج وہی چہرہ مجھے روئے زمین کے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے" (بخاری شریف۔ باب وفد بنی حنیفہ)

آرزو کے خون سے رنگین ہے دل کی داستان

حضرت ابو سلمہؓ (عبداللہؓ بن عبدالاسد) اور ان کی بیوی ام سلمہ نے بہت شروع ہی میں ایمان قبول کر لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ جب انہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے ساتھ اپنی بیوی اور بچے سلمہ کو بھی لے لیا، پیاری بیوی اور نور نظر سلمہ، کو ایک اونٹ پر سوار کر کے خود ساتھ ساتھ چلے کسی طرح ان کے سسرال والوں کو پتہ چل گیا کہ عبداللہؓ ان کی لڑکی کو لے کر ہجرت کر رہے ہیں ان کے سسرالی قبیلہ بنو مغیرہ نے انہیں گھیر لیا اور کہا "تم ہمارے قبیلہ کی لڑکی کو مدینہ نہیں لے جا سکتے یہ ہماری امانت ہے" یہ کہہ کر انہوں نے ام سلمہؓ کو ان سے الگ کر لیا۔

ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ خود ابو سلمہ کے قبیلہ بنو عبدالاسد کو بھی پتہ چل گیا وہ بھاگتے ہوئے آئے اور اس چھوٹے بچے کو چھین لیا" یہ بچہ ہمارے قبیلے کی امانت ہے

اس کو تم نہیں لے جا سکتے''۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا بہت صدمہ ہوا کہ بیوی اور پیارا بچہ دونوں چھین لئے گئے لیکن وہ ان سے بھی زیادہ پیاری ذات ﷺ کے پاس جا رہے تھے اس لئے سینہ پر صبر کا پتھر رکھ کر مدینہ کو روانہ ہو گئے اور اپنے محبوب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ (تاریخ اسلام، اکبر شاہ خان جلد اول)

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں

صحابی کی اطاعت رسول

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ رسول ﷺ کے منہ سے نکلنے والی ہر بات پر پورا عمل کرنے کو ایمان کا لازمی جزو خیال کرتے تھے۔ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کوئی بات ایسی نہ چھوٹ جائے جس کا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم ملا ہو۔ آپ ﷺ کا ہر حکم ان کے لئے فرض کا درجہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ رسول ﷺ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے جس وقت عبداللہؓ بن رواحہ صحن مسجد میں داخل ہونے والے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز سنائی پڑی کہ ''سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں۔'' اس آواز کو سنتے ہی عبداللہؓ بن رواحہ فوراً وہاں راستے ہی میں بیٹھ گئے۔

خطبہ ختم ہونے پر لوگوں نے سمع وطاعت کا یہ واقعہ آپ ﷺ کو بتایا آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں عبداللہؓ بن رواحہ ایسے ہی ہیں۔ اللہ ان کی حرص کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں زیادہ کرے۔''

(اصابہ حافظ ابن حجر جلد ۳ ص ۶۶)

در اطاعت کوش اے غفلت شعار   می شود از جبر پیدا اختیار
ناکس از فرمان پذیری کس شود   آتش از باشد ز طغیاں خس شود
(اقبال)

''یعنی اے غفلت شعار تو اللہ اور رسول ﷺ کا کامل طور پر اطاعت شعار بن جا اس لئے کہ اختیار جبر سے پیدا ہوتا ہے۔ دل وجان سے اطاعت وفرماں برداری کرنے والے ناچیز سے بڑی چیز بن گئے اور تند وسرکش شعلے خاک کا ڈھیر ہو گئے''۔ (اسرار خودی)

حضور کی بشارت

جب نبی علیہ السلام غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو ایک صحابی حضرت عبداللہ بن خثیمہؓ اپنے کاموں اور مصروفیات کی وجہ سے پیچھے رہ گے۔ ان کی دو خوب صورت اور حسین وجمیل بیویاں تھیں۔ انہوں نے دوپہر کے کھانے بنائے اور کمرے کو خوشبو سے معطر کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ نے جونہی کھانوں کو دیکھا تو فرمایا سبحان اللہ، اللہ کے محبوب تو شدید گرمی میں جہاد کے لئے جائیں اور عبداللہ بیویوں کے ساتھ بیٹھ کر لذیذ کھانے کھاتا رہے۔ اللہ کی قسم! جب تک میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں نہیں پہنچوں گا ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر اونٹ پر سوار ہوئے اور تبوک کی طرف چل دیئے جب قافلے کے قریب پہنچے تو نبی علیہ السلام نے دور سے دیکھ کر فرمایا عبداللہ بن خثیمہ ہوگا۔ چنانچہ جب آپ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''ابن خثیمہ کیا ہی اچھی بات ہے تم فانی لذتوں کو چھوڑ کر رضائے الٰہی کی تلاش میں مصروف ہو گئے''۔

کچھ نہ دیکھوں تیرے بعد

حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ کبھی کبھی مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کی وفات کی خبر سنی تو اس قدر غمزدہ ہوئے کہ اپنے نابینا ہونے کی دعا مانگی جو قبول ہو گئی لوگوں نے پوچھا، ایسا کیوں کیا؟ فرمایا ''میری آنکھوں کی بینائی اس لئے تھی کہ میں نبی ﷺ کا دیدار کروں جب محبوب نے پردہ کر لیا تو بینائی کی کیا ضرورت ہے۔ (شواہد النبوۃ ص 179)

دیہاتی صحابی کا انداز محبت

حضرت زاہرؓ ایک دیہاتی صحابی تھے۔ اپنی سبزیاں شہر میں لا کر بیچتے تھے۔ نبی علیہ السلام فرماتے کہ یہ ہمارے دیہاتی دوست ہیں ایک دن حضرت زاہرؓ بازار میں کھڑے سبزی بیچ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے پیچھے سے آ کر ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے؟ حضرت زاہرؓ کو جب یہ پتا چلا کہ نبی ﷺ یہ

فرمارہے ہیں تو کہا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھ جیسے کم قیمت کو کون خریدے گا؟ یہ کہہ کر اپنی کمر نبی علیہ السلام کے سینہ مبارک سے چپکا دی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، آپ اللہ کے نزدیک بہت بیش قیمت ہیں۔ (شمائل ترمذی)

اہل وفا کا شیوہ

غزوۂ بدر میں جب نبی علیہ السلام نے کفار کے مقابلے میں صحابہ کرامؓ کو طلب کیا تو حضرت مقدادؓ بولے ہم وہ نہیں جو حضرت موسیٰؑ کی قوم کی طرح کہہ دیں ''تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو'' بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں سے، بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ جاںنثارانہ فقرے سنے تو خوشی کی زیادتی سے چہرہ مبارک چمک اُٹھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

سبحان اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا
نبی ﷺ کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کردیں نعرہ اللہ اکبر میں

خبیبؓ کا حضور ﷺ کو سلام پہنچانا

حضرت خبیبؓ ایک عرصہ تک قید میں رہے بالآخر مشرکین مکہ نے انہیں سولی پر چڑھانے کا فیصلہ کیا۔ حجر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہوئی کہتی ہے کہ ہم نے خبیبؓ کو انگور کا بڑا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ مکہ میں اس وقت انگور کا موسم ہی نہیں تھا۔ جب حضرت خبیبؓ کو حرم سے باہر لایا گیا تو پوچھا گیا کہ تمہاری آخری خواہش۔ فرمایا اتنی مہلت دے دو کہ دو رکعت نماز پڑھ سکوں چنانچہ انہوں نے بڑے سکون سے دو رکعت پڑھیں اور فرمایا پھر ان کو تختہ دار کی طرف لے جایا گیا۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی کوئی بات نہیں

جب حضرت خبیبؓ کو تختہ دار پر کھڑا کیا گیا تو مشرکین مکہ نے ان کا مذاق اڑایا۔ حضرت خبیبؓ نے ان کے لئے بددعا کردی۔ چنانچہ وہ تمام لوگ ایک سال کے اندر مر گئے تختہ

دار کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت خبیبؓ نے کہا، اے اللہ! ہم نے تو اپنے محبوب ﷺ کے فرمان پر عمل کیا۔ یہاں کوئی بھی نہیں جو میرا پیغام ان تک پہنچا دے تو قادر مطلق ہے ایک غلام کا عاجزانہ سلام ان تک پہنچا دے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ آثار وحی ظاہر ہوئے اور نبی ﷺ نے فرمایا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھر آئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خبیبؓ کا سلام مجھ تک پہنچا دیا۔ (شواہد النبوۃ ص 138)

ہم آغوش ہونے کی سعادت

حضرت اسیدؓ بن حضیر ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے ایک روز نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کا مجھ پر حق ہو وہ لے سکتا ہے حضرت اسیدؓ بن حضیر نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میرا حق ہے، ایک مرتبہ جہاد کی صف بنا کر کھڑے تھے، آپ صفیں درست کروا رہے تھے، آپ ﷺ نے اپنی چھڑی سے مجھے پیچھے ہٹایا تو مجھے اس کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا تم بھی بدلہ لے سکتے ہو۔ وہ کہنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس وقت میرے بدن پر قمیص نہ تھی۔ نبی علیہ السلام نے بھی کپڑا اٹھا دیا۔ حضرت اسیدؓ نے بدلہ لینے کی بجائے آگے بڑھ کر پہلے مہر نبوت کو چوما پھر نبی علیہ السلام کے سینہ انور سے لپٹ گئے پھر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کب سے طبیعت مچل رہی تھی اس کام کیلئے مگر موقع نہ ملتا تھا۔ آج میرے بخت جاگے کہ محبوب سے ہم آغوش ہونے کی سعادت ملی۔ (ابوداؤد)

محبِ صادق کے لئے نعمت عظمیٰ

ایک مرتبہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں عبداللہ بن عباسؓ نبی علیہ السلام کے دائیں طرف بیٹھے تھے حضرۃ میمونہ دودھ لائیں تو نبی علیہ السلام نے نوش فرمایا اور بچے ہوئے دودھ کے بارے میں عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔ عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کا بچا ہوا دودھ کسی کو نہیں دے سکتا۔ یعنی عاشق صادق کے لئے تو یہ نعمت عظمیٰ تھی۔ (ترمذی)

شوق زیارت میں صحابہ کی حالت

بعض صحابہ کرامؓ نے یہ قسم اٹھا رکھی تھی کہ جب ہم صبح اٹھیں گے تو سب سے پہلے نبی علیہ السلام کا دیدار کریں گے۔ چنانچہ وہ نبی علیہ السلام کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر انتظار کرتے جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو آپ ﷺ کا دیدار کرنے کے لئے آنکھیں کھولتے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حضرات نے اپنی قسموں کو کیسے پورا کیا ہوگا۔ بعض حضرات رات کے وقت گھر سوئے ہوئے ہوتے آنکھ کھل جاتی تو نبی علیہ السلام کے خیال مبارک سے دل اداس ہو جاتا۔ گھر سے باہر آ کر نبی ﷺ کے حجرات کی زیارت کرتے رہتے گھنٹوں بیٹھے دیکھتے رہتے کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں میرا محبوب ﷺ سویا ہوا ہے۔

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق

ہجرت کے بعد مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حاصل ہوا۔ آپؓ نے میزبانی کا مکمل حق ادا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً چھ مہینے تک ان کے گھر میں قیام فرمایا احترام نبوت کا یہ حال تھا کہ پہلے دن جب یہ بالا خانے پر رہے اور رسول اللہ ﷺ نیچے کی منزل پر تو ان دونوں میاں بیوی کو اس احساس سے نیند نہیں آئی کہ ہم لوگ تو اوپر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ذات نیچے، رات بھر دونوں ایک کونے میں اکٹھے بیٹھے رہے۔ عشق و عقیدت کا یہ خیال تھا کہ آپ روزانہ کھانا پکا کر پہلے کل کا کل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرما لیتے تھے تو جو کھانا بچتا تھا اس کو یہ دونوں میاں بیوی کھا لیتے تھے۔ اتباع رسول کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے نشان دیکھتے تھے جس طرف سے رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمایا ہوتا اسی طرف سے آپ بھی کھاتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے کھانا نہیں کھایا بلکہ اسی طرح واپس لوٹا دیا تو یہ بہت بے چین ہوئے، فوراً بیتاب و بیقرار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہ آخر ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ﷺ نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔'' آپ نے وجہ بتائی آج کھانے میں لہسن کی بو آ رہی تھی اور میں لہسن پسند نہیں کرتا ورنہ اور کوئی وجہ کھانا لوٹانے کی نہ تھی''۔ ابو ایوب انصاری نے عرض کی '' انی اکرہ ما تکرہ'' یعنی

جو چیز آپ ﷺ کو ناپسند ہے، اس کو میں بھی پسند نہیں کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بقیہ زندگی میں کبھی لہسن نہ اپنے گھر میں داخل ہونے دیا اور نہ چکھا۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۹۸)

ہم نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں

ایک صحابیؓ ایمان لائے اور کچھ عرصہ صحبت نبوی ﷺ میں رہنے کے بعد گھر واپس گئے وہاں ان کے کسی عورت کے ساتھ مراسم اور تعلقات تھے۔ وہ عورت ان سے ملنے کے لئے آئی انہوں نے رخ پھیر لیا، وہ کہنے لگی، کیا بات ہوئی؟ وہ بھی وقت تھا جب تم میری محبت میں بے قرار ہو کر گلیوں کے چکر لگاتے تھے، مجھے ایک نظر دیکھنے کے لئے تڑپتے تھے، میری ملاقات کے شوق میں ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے۔ جب میں تم سے ملاقات کرتی تھی تو قسمیں کھا کھا کر اپنی محبت کی یقین دہانی کرواتے تھے۔ اب میں خود چل کر تمہارے پاس ملنے کے لئے آئی ہوں تو تم نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ فرمانے لگے کہ میں ایک ایسی ہستی کو دیکھ کر آیا ہوں کہ اب میری نگاہیں کسی غیر پر نہیں پڑ سکتیں۔ میں دل کا سودا کر چکا ہوں وہ عورت ضد میں آ کر کہنے لگی اچھا ایک مرتبہ میری طرف دیکھ تو لو۔ اس صحابیؓ نے فرمایا، اے عورت! چلی جا ورنہ میں تلوار سے تمہارا سر قلم کر دوں گا۔ سبحان اللہ۔

ہم نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں ساقی
جام مے کی مجھے حاجت ہی نہیں

محبت رسول میں منافق والد کا سر اڑانا

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے جب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق غلط باتیں پھیلانی شروع کیں تو ان کے بیٹے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے باپ کا سر اڑا دوں۔ نبی ﷺ نے منع فرما دیا۔ عشق کا تقاضا یہی تھا کہ نبی ﷺ سے محبت اتنی ہو کہ والدین کی محبت بھی اس کے سامنے حیثیت نہ رکھے۔

یا رب صل و سلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

عشق بلند و بالا ہے رسم و نیاز سے

حضرت طلحہؓ بن براء کا آغاز شباب ہی تھا کہ مدینہ میں توحید کی صدائے دل نواز گونجنے لگی۔ گھر گھر اسلام کا اُجالا پھیلنے لگا۔ ان کے والد براءؓ بن عمیر نے جلد ہی اسلام قبول کرلیا۔ اپنے ہی گھر میں اسلام کی روشنی آئی اور دن رات رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے چرچے شروع ہوئے تو ان کا بھی اشتیاق اور عقیدت اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ جوش ایمانی اور شوق اطاعت نے دل کو سوز اور روح کو ایسا گداز بخشا کہ یہ رات دن اس ساعت سعید کے انتظار میں رہنے لگے کہ کب رسول اللہ ﷺ کا دیدار نصیب ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ ہجرت کے لئے روانہ ہونے کی اطلاع مدینہ پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ لوگ شوق و اشتیاق میں روزانہ گھروں سے نکل کر آپ کا انتظار کرتے تھے۔ حضرت طلحہ بن براءؓ بھی ایسے ہی مشتاقوں میں سے تھے اس وقت یہ بالکل نوجوان ہی تھے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے قریب جا کر ہاتھ پاؤں چوم کر کہا" میرے آقا آپ ﷺ مجھے جو حکم دیں گے اس کی تعمیل میں میری طرف سے کوتاہی نہ ہوگی"۔

رسول اللہ ﷺ کو اس نوجوان کی بات پر حیرت ہوئی آپ نے طلحہ سے ہنس کر فرمایا:" جاؤ اپنے باپ کو قتل کر کے آؤ۔" طلحہ رضی اللہ عنہ فوراً اُٹھے اور چل دیئے رسول اللہ ﷺ نے واپس بلا کر پوچھا:" کہاں جاتے ہو"۔ عرض کی:" براء بن عمیر کا قتل کرنے۔" آپ ﷺ نے فرمایا:" تم اپنی بات کے سچے ہو لیکن میں قطع رحمی کے لئے نہیں بنایا گیا ہوں"۔ (ابوداؤد۔ کتب الرجال)

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جہاد کے لئے اللہ کے راستے میں اپنا مال صدقہ کرو۔ سب صحابہؓ اپنی حیثیت کے مطابق مال لانے لگے۔ ایک نوجوان صحابی کے پاس بے سروسامانی کا معاملہ تھا وہ بہت دیر تک سوچتے رہے کہ میں نبی علیہ السلام کے فرمان کو کیسے پورا کروں چنانچہ ایک یہودی سے جا کر قرض مانگا اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تم ساری رات میرا کنواں چلاؤ تو میں تمہیں اس کے بدلے

میں کچھ کھجوریں دے دوں گا۔ وہ صحابیؓ سوچنے لگے کہ ساری رات کنواں کھینچنا آسان ہے چلو کچھ تو ملے گا جو میں آقا کے سپرد کرسکوں گا۔ چنانچہ بیل کی جگہ پر اس صحابیؓ کو باندھ دیا گیا اور وہ کنواں چلاتے رہے۔ ساری رات کنواں چلا کر جسم تھکن سے چور تھا، بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اسی حال میں تھوڑی سی کھجوریں لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے دور سے آتے دیکھا تو پہچان لیا۔

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے
وہ آ رہا ہے کوئی شب غم گزار کے

چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس کی کھجوریں قبول فرمائیں اور ایک صحابیؓ کو کہا کہ یہ کھجوریں اس سامان میں تھوڑی تھوڑی کر کے مختلف جگہ پر رکھ دو۔ چنانچہ ان کھجوروں کو اسی طرح رکھ دیا گیا۔ جس طرح کسی دیوار میں نگینے جڑے ہوتے ہیں۔

ابن عمرؓ کا اتباع سنت

حضرت ابن عمرؓ جب بھی حج کے لئے روانہ ہوتے تو راستے میں ایک جگہ اونٹ کو روکتے اور راستے سے ہٹ کر ایک جگہ ایسے بیٹھتے جیسا کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو رہے ہوں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر اپنا سفر شروع کر دیتے لوگ پوچھتے کہ جب فراغت کی ضرورت نہیں تھی تو رکنے کا کیا فائدہ؟ آپؓ فرماتے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے ساتھ سفر کرنے کی سعادت حاصل کی نبی علیہ السلام اس جگہ رک کے اور فارغ ہوئے بس اسی کی یاد میں جب اس جگہ پہنچتا ہوں تو میں بھی مشابہت حاصل کرنے کے لئے تھوڑی دیر بیٹھ جاتا ہوں۔

اتباع سنت کیلئے سخت تکلیف اُٹھانا

ایک حبشی صحابیؓ کے سر کے بال گھنگھریالے تھے وہ غسل کرنے کے بعد چاہتے کہ سر کے بالوں میں مانگ نکالیں مگر نہ نکلتی انہیں بہت حسرت رہتی کہ میرا سر بھی نبی علیہ السلام کے سر مبارک سے مشابہ ہونا چاہیے۔ ایک دن فرط جذبات میں انہوں نے لوہے کی سلاخ گرم کی اور سر کے درمیان میں پھیر دی۔ چمڑا اور بال جلنے کی وجہ سے

سر کے درمیان ایک لکیر نظر آنے لگی لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اتنی تکلیف اٹھائی؟ فرمایا، تکلیف تو بھول جاؤں گا جب میرے سر پر یہ مانگ اسی طرح نظر آ جس طرح نبی علیہ السلام کے سر پر نظر آتی ہے۔

ابو ایوبؓ کی مہمان نوازی

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ کی ہجرت کے لئے روانہ ہونے کی خبر اہل مدینہ تو خوشی سے پھولے نہ سمائے حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور دیگر انصار روزانہ مدینہ تین چار میل باہر ہر صبح آ کر آپ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے اور دوپہر ہونے پر ہو کر لوٹتے سب لوگوں کو یہ اشتیاق تھا کہ کاش رسول اللہ ﷺ اس کو میزبانی کا شرف فرمائیں۔ ہجرت کر کے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو قسمت سے آپ ﷺ میزبانی کا یہ شرف حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو ہی حاصل ہوا۔ آپ کا مکان دو تھا۔ آپ نے پہلی منزل کو اس خیال سے خالی کر دیا کہ زائرین رسول ﷺ کو ملاقات میں پریشانی نہ ہو آپ نے اپنے اہل و عیال کو اوپر کی منزل میں منتقل کر دیا۔ حضرت ایوب انصاریؓ ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت میں دل و جان سے مصروف ر تھے، دونوں وقت کھانا پہنچاتے اور بچا ہوا کھانا تبرک کے طور پر وہ اور ان کی ز کھاتے تھے۔ ایک دن اوپر کی منزل پر ایک گھڑا ٹوٹ گیا اور تمام پانی پھیل گیا آپ یہ خطرہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی نیچے ٹپکے اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہو اس لئے آپ نے اپنے لحاف میں یہ سب پانی جذب کر ڈالا ان کے پاس اوڑھنے کیلئے بس ایک یہی لحاف تھا اس لئے تمام رات سردی میں ٹھٹھر کر کاٹی مگر اپنے محبوب مہمان ﷺ کی تکلیف کے خوف سے پانی کو نہیں پھیلنے دیا۔ (زرقانی اور اصابہ ذکر ابو ایوبؓ)

یارب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

فصل نمبر ۵:

صحابیاتؓ اور محبت رسول ﷺ کے متفرق واقعات

محبت رسول ﷺ میں صحابیاتؓ نے بھی بہت اعلیٰ اور نمایاں مثالیں پیش کیں۔ ان کے دل محبت نبوی ﷺ سے معمور تھے اور ان کے پاکیزہ قلوب اس نعمت کے حصول پر مسرور تھے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

ہر مصیبت نبی کے بعد آسان ہے

جنگ اُحد میں یہ افواہ چاروں طرف پھیل گئی کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے ہیں مدینہ کی عورتیں شدت غم سے روتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ ایک انصاریہ صحابیہؓ کہنے لگیں کہ میں اس بات کو اس وقت تک تسلیم نہیں کروں گی جب تک کہ خود اس کی تصدیق نہ کر لوں چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر اُحد کی طرف نکل پڑیں جب میدان جنگ کے قریب پہنچیں تو ایک صحابیؓ سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان سے پوچھنے لگیں، ما بال محمد (محمد ﷺ کا کیا حال ہے) انہوں کہا معلوم نہیں لیکن تمہارے بھائی کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے۔ وہ اس خبر کو سن کر ذرا بھی نہ گھبرائی اور آگے بڑھ کر دوسرے صحابیؓ سے پوچھا: ما بال محمد ﷺ۔ انہوں نے جواب دیا معلوم نہیں مگر تمہارے والد کی لاش فلاں جگہ میں نے دیکھی ہے یہ خبر سن کر بھی پریشان نہ ہوئی بلکہ آگے بڑھ کر تیسرے صحابیؓ سے پوچھا: ما بال محمد ﷺ۔ انہوں بتایا کہ میں نے تمہارے خاوند کی لاش فلاں جگہ دیکھی ہے یہ خبر سن کر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی پھر پوچھا کہ نبی ﷺ کی خیریت کے بارے میں بتاؤ۔ کسی نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فلاں جگہ بخیریت دیکھا تو آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا: کل مصیبة بعد محمد جلل: (ہر مصیبت نبی ﷺ کے بعد آسان ہے)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ صحابیاتؓ کے قلوب میں جو محبت نبی ﷺ کے لئے تھی وہ باپ بھائی اور شوہر کی محبت سے بھی زیادہ تھی۔ یہی ایمان کامل کی نشانی بتائی گئی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

صحابیہ کا معصوم بچے کو پیش کرنا

ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ جہاد کی تیاری کریں۔ مد… کے ہر گھر میں جہاد کی تیاریاں زوروں پہ تھیں۔ ایک گھر میں ایک صحابیہؓ اپنے مع… بچے کو گود میں لئے زاروقطار رو رہی تھی۔ اس کے خاوند پہلے کسی جہاد میں شہید ہو… تھے۔ اب گھر میں کوئی بھی ایسا مرد نہ تھا کہ جس کو وہ تیار کر کے نبی ﷺ کے ہمرا… میں بھیجتی۔ جب بہت دیر تک روتی رہی اور طبیعت بھر آئی تو اپنے معصوم بیٹے کو سینے… لگایا اور مسجد نبوی ﷺ میں نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی۔ اپنے بیٹے کو نبی ﷺ… گود میں ڈال کر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے بیٹے کو جہاد کے لئے… فرمائیں۔ نبی ﷺ نے حیران ہو کر فرمایا یہ معصوم بچہ جہاد میں کیسے جا سکتا ہے؟ وہ… کہنے لگی کہ میرے گھر میں کوئی بڑا مرد نہیں کہ جس کو بھیج سکوں، آپ ﷺ اسی کو… کر لیں۔ آپ ﷺ نے کہا یہ بچہ کیسے جہاد کرے گا؟ وہ صحابیہؓ کہنے لگی کہ میرے اس… کو کسی ایسے مجاہد کے حوالے کر دیجئے جس کے ہاتھ میں ڈھال نہ ہوتا کہ جب وہ… تیروں سے بچنے کے لئے میرے بیٹے کو آگے کر دے۔ میرا بیٹا تیروں کو روکنے کے… آ سکتا ہے سبحان اللہ، تاریخ انسانیت ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ عورت… ماں جیسی شفیق ہستی فرمان نبوی ﷺ کو سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے اتنی بے… ہوئی ہے کہ معصوم بچے کو شہادت کے لئے پیش کر دیتی ہے۔

محبتِ نبی میں جان کا نذرانہ

سیدہ عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے… علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرا دو، سیدہ عائشہؓ نے حجرہ مبارک کھولا۔ وہ صحا… محبت نبوی ﷺ میں اس قدر مغلوب تھی کہ زیارت کر کے روتی رہی اور روتے رو… انتقال فرما گئی۔ (شفاء شریف)

تقاضہ اجل میں عاشق کو مل گیا
پایا نہ خضر نے مئے عمر دراز میں

(اقبال)

حضور کی محبت و عظمت

ام المومنین ام حبیبہؓ کے والد ابو سفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ پہنچے تو اپنی بیٹی سے ملنے آئے۔ قریب پڑے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہؓ نے جلدی سے بستر کو لپیٹ لیا ابو سفیان نے کہا، بیٹی مہمان کے آنے پر بستر بچھاتے ہیں بستر لپیٹتے تو نہیں۔ ام حبیبہؓ نے کہا، ابا جان! یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور پاک محبوب ﷺ کا ہے جبکہ آپ مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہیں لہذا اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے ابو سفیان کو بڑا رنج ہوا مگر ام حبیبہؓ کے دل میں جو محبت اور عظمت اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی تھی اس کے سامنے خونی رشتے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ قربان جائیں ان کے پیارے عمل پر کہ باپ کا تعلق چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے مگر محبوب ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

مجھے نہ دیکھ بھیجنے والے کو دیکھ

ایک صحابی حضرت ربیعہ اسلمیؓ نہایت غریب نوجوان تھے۔ ایک مرتبہ تذکرہ چھڑا کہ انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کو تیار نہیں ہے نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی کہ ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو۔ وہ گئے اور بتایا کہ میں نبی علیہ السلام کے مشورے سے حاضر ہوا ہوں تا کہ میرا نکاح آپ کی بیٹی سے کر دیا جائے۔ باپ نے کہا، بہت اچھا ہم لڑکی سے معلوم کر لیں۔ جب پوچھا گیا تو لڑکی کہنے لگی، ابو جان! یہ مت دیکھو کہ کون آیا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بھیجنے والا کون ہے چنانچہ فوراً نکاح کر دیا گیا۔ ایک صحابی حضرت سعدؓ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ (مسند احمد بن حنبل) جس کو کسی شاعر نے منظوم انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔

ایک بندہ سعدؓ نامی آپ ﷺ کا اصحاب تھا
رنگ کالا تھا اور فقر میں نایاب تھا
ایک دن دریائے رحمت آ گیا یوں جوش میں
سعدؓ کو بیٹھے بٹھائے لے گیا آغوش میں
سعدؓ تو نے اپنی شادی آج تک کی یا نہیں
سعدؓ بولا رشتہ کوئی کالے کو دیتا نہیں

ایک لڑکی خود میرے چچا کے ہاں موجود ہے
میں تو کوشش کر چکا لیکن وہاں بے سود ہے
جب بھی جاتا ہوں وہاں لے کر میں خود اپنا پیام
دھکے ملتے ہیں مجھے سنتا ہوں باتیں بے لگام
بدشکل بدرنگ ہونا اس میں میرا چارہ کیا
میں نے ہے وہ رنگ پایا جو مجھے رب نے دیا
کالے گورے کا خیال آتے ہی جذبہ آ گیا
جوش میں آ کر اسی دم آپ ﷺ نے فرمایا دیا
سعدؓ میں نے آج تیرا عقد اس سے کر دیا
اپنے چچا جی کو جا کر یہ خبر جلدی بتا
سعدؓ نے سن کر نبی ﷺ کی گفتگو، پرواز کی
اپنے چچا جان کے دروازے پر آواز دی
سن کے یہ آواز وہ جلدی سے باہر آ گئے
سعدؓ کی سن کر گفتگو دل میں بہت گھبرا گئے
بولے کہ تو رنگ کا کالا ہے اور مفلس غریب
میں تجھے لڑکی دوں اپنی یہ کہاں تیرا نصیب
سعدؓ کے چچا عمرو بن وہب بولے بے حجاب
بھاگ جاؤ در سے میرے ورنہ تجھے کر دوں خراب
سعدؓ بولے اپنی مرضی سے تو میں آیا نہیں
مصطفیٰ ﷺ نے بھیجا تھا اور اب بھی جاتا ہوں وہیں
سعدؓ تو یوں ڈر سے واپس آ گئے سوئے جناب ﷺ
اور گئے اندر چچا کھاتے ہوئے کچھ پیچ و تاب
لڑکی ان کی سن چکی تھی سعدؓ کے سارے جواب
بولی ابا خیر تو ہے کیوں تھا غصے کا خطاب

باپ بولا سعدؓ حبشی میرے در پہ آیا تھا
اور تجھ سے شادی کا پیغام مجھ تک لایا تھا
رنگ کا ہے کالا وہ اور مفلس و محتاج بھی
میری عزت اور دولت کی نہ رکھی لاج بھی
چاندی بیٹی اسے دے دوں یہ تو ممکن نہیں
وہ دو کوڑی کا بنے داماد ہو سکتا نہیں
لڑکی بولی خود پیام عقد لے کے آیا تھا
یا کسی نے بھیجا تھا اور بن کے قاصد آیا تھا
باپ بولا خود سے میں آیا نہیں کہتا تھا وہ
سرور کونین ﷺ نے بھیجا ہے مجھ کو بیٹی دو
سن کے بس اس بات کو لڑکی تو وہ چلا اٹھی
کیا غضب کی بات ابا تم نے آج اس سے کہی
کب میں کہتی ہوں کہ اس کے رنگ کالے کو تو دیکھ
میں تو کہتی ہوں کہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ
میں نے مانا کالا ہے وہ حسن میں بھی ماند ہے
بھیجنے والا تو لیکن چودھویں کا چاند ہے
تیری بیٹی اس کے کالے رنگ پہ مسرور ہے
کالی کملی والے کی مرضی مجھے منظور ہے

محبت رسول میں خواہش کی قربانی

فاطمہ بن قیسؓ ایک حسین و جمیل صحابیہؓ تھیں ان کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے دولت مند صحابی کا رشتہ آیا۔ جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اسامہؓ سے نکاح کرلو، حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور عرض کیا، اے رسول اللہ! میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔ یعنی میرے لئے یہی خوشی کافی ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں سے میرا نکاح ہو۔ (نسائی کتاب النکاح)

عشق است ہزار بدگمانی

نبی ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو سب ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ راستے میں حضرت حفصہؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا اور چلتا ہی نہ تھا وہ رونے لگیں۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے۔ عجیب اتفاق کہ آپ ﷺ جس قدر دلاسا دیتے وہ اسی قدر زیادہ روتیں۔ جب کافی دیر تک چپ نہ ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا اور تمام صحابہ کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت حفصہؓ کو احساس ہوا کہ شاید نبی اکرم ﷺ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں۔ اب نبی اکرم ﷺ کو منانے اور راضی کرنے کی تدبیریں سوچنے لگیں۔ اس غرض سے سیدہ عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپؓ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ سیدہ عائشہ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا تاکہ خوشبو پھیلے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اُٹھایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عائشہؓ یہ تمہارا دن نہیں ہے بولیں: ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے)۔ (مسند ابن حنبلؒ 6/338)

خواتین کا اتباع سنت

ایک مرتبہ نبی ﷺ مسجد سے باہر نکلے، راستے میں مرد اور عورتیں فراغت پر گھر واپس جا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے عورتوں کو مخاطب ہو کر کہا، تم پیچھے اور ایک طرف رہو، وسط راہ سے نہ گزرو۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے پر چلتیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے اُلجھ جاتے۔ (ابوداؤد۔ کتاب الادب)

اُم ایمنؓ کا جدائی میں رونا اور رلانا

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت ام ایمنؓ ایک دن نبی ﷺ کو یاد کر کے رونے لگیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ آپؓ کیوں روتی ہیں؟ کہا کہ یہ بتاؤ نبی اکرم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر نعمتیں موجود نہیں ہیں؟ انہوں

نے کہا، بالکل ہیں۔ فرمایا، میں اس لئے رو رہی ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کی جدائی سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی رو پڑے۔

یا مقلب القلوب! ہمارے دلوں کو بھی نرم فرما دے کہ حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک سے ہماری آنکھیں بھی پرنم ہو جائیں اور صحابہ کرامؓ کی محبت رسول اللہ ﷺ کا کوئی ذرہ ہمیں بھی عطا فرما کہ اتباع سنت ہمارے لئے سہل ہو جائے، آمین۔

یارب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

باب نمبر ۳

محبت نبوی ﷺ اور اس کی علامات و برکات

فصل نمبر ۱:

حضور ﷺ سے محبت کی علامات

شریعت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کی اہمیت وضرورت گذشتہ صفحات میں واضح کردی گئی ہے نیز حضرات صحابہ وصحابیات؆ کے عقیدت ومحبت کے واقعات اس پر دلیل شاہد ہیں۔ اس باب میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامات کو ذکر کیا جائیگا۔ جس شخص میں وہ علامات جس قدر رہوں گی وہ اپنے دعوی محبت میں اتنا سچا ہوگا۔ اسی لئے علمائے امت نے قرآن وسنت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتوں کو بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر قاضی عیاض فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت وتائید کرنا، آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا، اور آپ کی حیات مبارکہ کے وقت آپ پر اپنی جان ومال فدا کرنے کی غرض سے موجود ہونے کی تمنا کرنا آپ ﷺ کی محبت میں سے ہے''۔ (شرح نووی)

اسی بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی محبت کی علامتوں

میں سے ایک یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی زیارت ممکن ہو اور کسی کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ دنیوی ساز وسامان میں سے کسی چیز کے محروم رہنے اور نبی ﷺ کی زیارت سے محروم رہنے میں سے ایک بات پسند کرلے تو آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہنا اس پر کسی بھی چیز کے نہ پانے سے زیادہ گراں اور بھاری ہو۔ اور اگر کوئی اس کیفیت سے محروم ہو تو وہ آپ ﷺ کی محبت سے محروم ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی محبت آپ کی زیارت کے حصول اور اس سے محروم ہونے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں آپ کی سنت کی حمایت وتائید آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع، اور اس کے مخالفوں کی سرکوبی شامل ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اس میں داخل ہے''۔ (فتح الباری)

علامہ عینیؒ اسی موضوع کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں ''اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ رسول کریم ﷺ کی محبت آپ ﷺ کی تابعداری کرنے اور نافرمانی ترک کرنے کا ارادہ ہے اور یہ اسلام کے واجبات میں سے ہے''۔ (عمدۃ القاری)۔

مذکورہ بالا اقوال سے ہم رسول کریم ﷺ کی محبت کی مندرجہ ذیل علامتیں اخذ کرسکتے ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا۔
۲۔ نبی کریم ﷺ پر جان ومال نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت کامل استعداد۔
۳۔ نبی کریم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔
۴۔ نبی کریم ﷺ کی سنت کی حمایت وتائید اور آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔

جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں، وہ اللہ عز وجل کا شکریہ ادا کرے کہ انہوں نے اس کے سینے میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی محبت ڈالی۔ اور اس بات کا اللہ سے سوال بھی کرے کہ یہ نعمت ہمیشہ اسے میسر رہے، اور اگر کسی میں یہ ساری علامتیں یا ان میں سے بعض علامتیں موجود نہ ہوں تو وہ روز حساب سے قبل اپنا محاسبہ خود ہی کرلے کہ اس دن سینوں میں چھپے ہوئے کھوٹ ظاہر ہو جائیں گے۔ وہ اب اللہ تعالی اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کی بے کار کوشش نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے والا اپنے ہی آپ کو دھوکا دیتا ہے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ. (سورۃ بقرۃ)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی دھوکے میں پڑے ہیں اگرچہ اس کا شعور نہیں رکھتے''

آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتوں کے حوالے سے ان علامتوں کے متعلق گفتگو ہوگی اور حسب ضرورت موجودہ دور میں ہماری حالت کیا ہے اس بارہ میں بھی اپنے بزرگوں کے مبارک کلمات ذکر کیے جائیں گے۔ شاید کہ مولائے رحیم وکریم اپنے حبیب کریم ﷺ کی حقیقی اور سچی محبت ہمارے سینوں میں ڈال کر دنیا و آخرت میں اس کے ثمرات وفوائد سے ہم سیاہ کاروں کو بھی نواز دیں۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

فصل نمبر ۲:

محبتِ رسول اللہ ﷺ کی پہلی علامت

دیدار وصحبت کی شدید تمنا

سب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ محبت کرنے والے کی سب سے بڑی آرزو اور اُمنگ اپنے محبوب کا دیدار و وصال ہوتی ہے۔ جناب رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے والا بھی چہرۂ انور کے دیدار اور آپ کی صحبت پاک سے فیض یاب ہونے کے لئے بے قرار اور بے چین رہتا ہے اس کی انتہائی تمنا ہوتی ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ کی رفاقت حاصل ہو جائے۔ اگر اس کو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی نعمت اور نبی کریم ﷺ کے دیدار وصحبت میں سے ایک کو چننے کا موقع دیا جائے تو اس کی ترجیح بغیر کسی توقف کے آپ ﷺ کا دیدار ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کے دیدار اور صحبت پاک سے فیض یابی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ آپ کے فراق کا خدشہ اسے پریشان ومضطرب کر دیتا ہے اور آپ کی جدائی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں کر دیتی ہے۔

ذیل میں جناب رسول کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں کے چند ایک

واقعات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ وہ اس نشانی کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ سے کس قدر محبت کرنے والے تھے۔

سفر ہجرت میں رفاقت پیغمبر ﷺ میسر آنے پر شدت مسرت سے سیدنا صدیقؓ کا رونا

امام بخاری زوجہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جب ہم سورج ڈھلنے (زوال) کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے تھے کہ کسی نے ان سے کہا: ''رسول کریم ﷺ سر ڈھانپے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ اور اس وقت ہمارے ہاں تشریف لانا آپ ﷺ کی عادت نہ تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان پر میرے ماں باپ قربان! اللہ کی قسم! اس وقت آپ کی تشریف آوری کسی اہم مقصد ہی کے لئے ہے''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا'' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اندر تشریف لانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر اندر تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جو لوگ تمہارے پاس موجود ہیں انہیں باہر بھیج دو''۔ ابوبکرؓ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ تو آپ کے گھر والے ہی ہیں''۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (مکہ مکرمہ سے) نکلنے کی اجازت مل چکی ہے'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس سفر میں آپ کی رفاقت کا طلب گار ہوں''۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''ہاں'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے اس سفر کے متوقع سنگین خطرات اور مصیبتوں سے بے خبر نہ تھے۔ لیکن ان خطرات کا اندیشہ ان کے اپنے محبوب جناب رسول کریم ﷺ کے رفیق سفر بننے کی رغبت وخواہش میں کچھ کمی پیدا نہ کر سکا۔ اور جب آنحضرت ﷺ نے ان کی رغبت پر موافقت کا اظہار فرمایا تو شدت فرح سے ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری پر انصار کی مسرت

حضرات انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب رسول کریم ﷺ کی مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی غرض سے روانگی کی خبر سنی تو وہ انتہائی شوق اور بے تابی سے آپ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے استقبال کے لئے ان کی بے تابی وشوق اور آپ کی تشریف آوری پر مسرت وشادمانی کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے۔ اس کے متعلق چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔ امام بخاری نے حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں انہوں نے حضرات انصار کے جناب رسول کریم ﷺ کے استقبال کے لئے شوق وبے تابی اور استقبال کی کیفیت کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

مدینہ کے مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ کی مکہ سے روانگی کی خبر سنی تو ان کا معمول ہو گیا کہ ہر روز صبح کے وقت مدینہ طیبہ سے باہر الحرۃ کے مقام پر آپ ﷺ کے استقبال کے لئے آتے۔ دوپہر کے وقت سورج کی گرمی کی حدت تک انتظار کرکے واپس پلٹتے۔ ایک دن جب کافی طویل انتظار کے بعد اپنے گھروں کو پلٹے تو ایک یہودی نے جو اپنے کسی کام کی غرض سے اپنے ایک ٹیلے پر چڑھا تھا، رسول کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سفید کپڑوں میں ملبوس دور سے آتے دیکھا۔ یہودی نے بے ساختگی کے عالم میں اونچی آواز سے پکارا: ''اے عرب کے لوگو! یہ تمہارے سردار جن کا تمہیں انتظار تھا، آپہنچے''۔ مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اُٹھائے اور مقام (الحرۃ) پر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی معیت میں دائیں جانب کا رخ فرمایا اور قبیلہ بنو عمرو بن عوف (کے محلے) میں قیام فرمایا''۔ حضرات انصار کے جناب رسول اللہ ﷺ کے استقبال کی کیفیت امام بخاری نے درج ذیل روایت میں بھی بیان کی ہے:

''انس رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حرۃ کی جانب پڑاؤ ڈالا۔ پھر انصار کو پیغام بھیجا۔ انصار نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد کہنے لگے۔ ''آپ دونوں امن کے ساتھ سوار ہو جائیے۔ آپ دونوں کی اطاعت کی جائے گی''۔ نبی کریم ﷺ

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں سوار ہوئے اور انصار نے مسلح ہو کر دونوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ مدینہ طیبہ میں چرچا ہوا: ''اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ تشریف لائے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ تشریف لائے'' لوگ بالا خانوں کے اوپر چڑھ کر آپ کا دیدار کرتے اور کہتے: ''اللہ تعالیٰ کے نبی تشریف لائے۔'' نبی کریم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے ایک حصہ میں تشریف فرما ہوئے''۔

جنت میں محرومی دیدار کے اندیشے کی وجہ سے ایک صحابی کی تشویش:

اس محب صادق کا قصہ امام طبرانی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! بلاشبہ آپ مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ یقیناً آپ مجھے میرے بیٹے سے زیادہ پیارے ہیں اور یہی بات ہے کہ گھر بیٹھے آپ کی یاد آتی ہے تو مجھے اس وقت تک چین نصیب نہیں ہوتا جب تک آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر آپ کا دیدار نہ کر لوں۔ اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کا تصور کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ میں جنت میں داخل ہو بھی گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کا دیدار نہ کر پاؤں گا''۔ جبریل علیہ السلام کے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے ساتھ تشریف لانے تک نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا:

(وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ)

ترجمہ: ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول کی فرمانبرداری کریں، پس وہ ان لوگوں کے ساتھ (جنت میں) ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں اور صالحین سے)''

پس معلوم ہوا کہ جنت میں حضور ﷺ کی معیت وصحبت دنیا میں اتباع نبوی کے ساتھ مشروط ہے۔

جنت میں معیت نبی ﷺ کے لئے حضرت ربیعہؓ کی فرمائش

حضرت ربیعہؓ فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں رات بسر کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں وضو کے لئے پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''کسی چیز کی فرمائش کرو۔''

میں نے عرض کی: ''میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں''۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کیا کوئی اور فرمائش ہے؟''

میں نے عرض کی: ''صرف یہی ایک فرمائش ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اس فرمائش کے پورا کروانے میں بہت زیادہ سجدے کر کے میرا تعاون کرو۔''

اللہ اکبر! محب صادق کو فرمائش کا موقع میسر آیا تو بلا تردد جناب رسول مکرم ﷺ کی جنت میں رفاقت کا سوال کیا۔ دوسری دفعہ موقع دیا گیا تو پھر اسی فرمائش کو دہرایا، کسی اور بات کی فرمائش کا تصور بھی ان کے ذہن میں نہ آیا۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کی متفاعت بھی اس وقت کام دکھائے گی جب بندہ بھی اپنے عمل سے خود کو اس نعمت کا مستحق ثابت کرے، محض نعرہ بازی سے کام چل جائے۔

ایں خیال است و محال است و جنون

انصار کا حضور ﷺ کی صحبت کو بکریوں اور اونٹوں پر ترجیح دینا

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے: ''جب اللہ تعالیٰ نے غزوہ حنین میں اپنے رسول ﷺ کو مال غنیمت عطا فرمایا تو آپ نے وہ مال ان لوگوں میں تقسیم فرمایا جنہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنا مطلوب تھا اور انصار کو اس میں سے کچھ نہ دیا۔ انصار کے دلوں میں یہ بات کھٹکی کہ لوگوں کو تو مال دیا گیا اور انہیں کچھ بھی نہ دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے انصار کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا: ''اے گروہ انصار کیا میں نے تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے نہ پایا، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ تم بکھرے ہوئے تھے، میرے ساتھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے

جوڑ دیا۔ تم تنگ دست تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ تمہیں تونگری عطا فرمائی۔

آنحضرت ﷺ جو بھی فرماتے انصار جواب میں عرض کرتے: ''اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ بہت زیادہ احسان کرنے والے ہیں''۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہتے تو کہہ سکتے تھے۔ آپ بھی تو ہمارے پاس ایسی ہی حالت وکیفیت میں آئے تھے''۔ ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں نبی ﷺ کو لے کر جاؤ؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی میں سے ہوتا۔ لوگ کسی بھی وادی کا رخ کریں میں تو انصار ہی کی وادی کی طرف جاؤں گا۔ انصار اندر والے اور دوسرے لوگ باہر والے ہیں۔ (انصار تو قریبی ہیں اور لوگ دور کے ہیں) میرے بعد تم اپنے بارے میں بخل پاؤ گے، پس صبر کرنا یہاں تک کہ حوض پر مجھ سے ملاقات کرو''۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''لوگ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور انہوں نے کہا: ''ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنی قسمت اور نصیب میں پا کر راضی ہوئے۔'' امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: ''جب آنحضرت ﷺ نے ان پر تقسیم مال کی حکمت بیان فرمائی جو ان پر مخفی تھی تو وہ فرماں بردار ہو کر پلٹے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ سب سے بڑی غنیمت تو یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو لے کر اپنی بستی میں لوٹے ہیں۔ وہ نبی مکرم ﷺ کی زندگی اور وفات دونوں حالتوں میں رفاقت کی عظیم دولت میسر آنے پر بکریوں، اونٹوں، لونڈیوں اور غلاموں کو یکسر بھول گئے''۔

صدیقؓ کا رحلت رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کو یاد کر کے رونا

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا: ''میں نے اس منبر پر ابو بکرؓ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں نے گزشتہ سال اسی دن رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔'' پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، پھر ارشاد فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کلمہ اخلاص کے بعد تمہیں عافیت جیسی کوئی نعمت نہیں دی گئی۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے: آنسوؤں نے تین مرتبہ ان کی آواز کو دبا دیا، انہوں نے فرمایا الحدیث (امام احمد)

فصل نمبر ۳:

محبت رسول ﷺ کی دوسری علامت

جان و مال قربان کرنے کی مکمل استعداد

محب صادق کے دل میں ہمیشہ اس بات کی تڑپ رہتی ہے کہ وہ اپنی جان و مال اور سب کچھ اپنے محبوب پر نثار کردے۔ آنخضرت ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں حضرات صحابہؓ نے تو آپ پر فداکاری اور قربانی کی عظیم الشان اور ناقابل فراموش مثالیں پیش کیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کی محبت کے دعوے میں سچے حضرات صحابہ کی قربانی و جانثاری، محبت و تعلق اور ایمان و اخلاص کے چند قابل قدر واقعات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

سلامتی رسول کریم ﷺ کو خطرہ لاحق ہونے پر صدیقؓ کا رونا

سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کا تعاقب کرتے کرتے ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ آنخضرت ﷺ کی سلامتی کو خطرہ میں دیکھ حضرت صدیقؓ پریشان اور غمگین ہو گئے اور اسی پریشانی کے سبب ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ہیں۔ امام احمد یہ قصہ حضرات براء بن عازبؓ کی زبانی بایں الفاظ روایت کرتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ''ہم روانہ ہوئے تو لوگ ہمارے تعاقب میں تھے ان میں سے صرف سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر سوار ہمارے قریب پہنچ گیا میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! یہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب آپہنچا ہے''۔ آنخضرت ﷺ نے فرمایا: ''غم نہ کرو، بلاشک اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے''۔ وہ ہمارے اس قدر نزدیک پہنچ گیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک، دو یا تین نیزوں کے برابر فاصلہ رہ گیا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول یہ ہم تک آپہنچا ہے''۔ اور (ساتھ ہی) میں رونے لگا۔ آنخضرت ﷺ نے فرمایا: ''تم کیوں روتے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''اللہ تعالی کی قسم! میں اپنی جان کو خطرے میں دیکھ کر نہیں رو رہا بلکہ آپ کی سلامتی کو خطرے میں دیکھ کر رو رہا ہوں''۔

انہوں (ابو بکرؓ) نے بیان کیا: ''آنخضرت ﷺ نے سراقہ کے لئے بددعا کرتے ہوئے کہا: ''اے اللہ! جس طرح آپ پسند کریں ہمارے لئے اس کے مقابلے میں کافی ہو جائیے''۔ (نبی کریم ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں) سراقہ کے گھوڑے کی ٹانگیں سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گئیں۔

ابو طلحہؓ کا اپنے سینے کو سینہء رسول کریم ﷺ کے لئے ڈھال بنایا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب اُحد کے دن کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ہاتھ میں ڈھال سنبھالے ہوئے خود نبی کریم ﷺ کے لئے ڈھال بن گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مزید بیان کیا کہ ''ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں'' انہوں نے مزید کہا: ''آدمی تیروں کے ساتھ وہاں سے گزرتا تو نبی ﷺ اس سے فرماتے: ''ابو طلحہ کو اپنے تیر دے دو''۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ''نبی کریم ﷺ مشرکوں کا جائزہ لینے کے لئے اپنے سر مبارک کو اُٹھاتے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ سے عرض کرتے: ''اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان! سر مبارک کو نہ اٹھایئے۔ ایسا نہ ہو کہ مشرکوں کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ میری چھاتی آپ کی چھاتی کے لئے ڈھال ہے''۔ (بخاری و مسلم)

ابو دجانہؓ کا رسول اللہ ﷺ کے لئے ڈھال بننا

''ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بنا دیا نیزے ان کی پشت میں پیوست ہوتے رہے لیکن وہ آنخضرت ﷺ پر برابر جھکے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سے نیزے ان کی پشت میں پیوست ہو گئے''۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''انہوں نے (نیزوں کے لگنے کے باوجود) حرکت تک نہ کی۔

اللہ اکبر! کون سی وہ قوت تھی جس نے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو نیزوں کے اپنی پشت میں پیوست ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ پر ڈھال بنے جھکائے رکھا یہاں تک کہ انہوں نے حرکت تک نہ کی؟ بلاشک وشبہ یہ نبی کریم ﷺ کی سچی محبت تھی جو ان کے دل میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ اور اسی محبت کی وجہ سے ان کے دل میں جذبہ صادق موجزن تھا کہ آنحضرت ﷺ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان نچھاور کر دی جائے۔ (ابن اسحاق)

جان نثار انصاری کا آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک پر رخسار رکھے رحلت کرنا:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب مشرک (غزوہ احد میں) آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ''ہمارے لئے اپنی جان کون بیچتا ہے؟'' زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ سمیت پانچ انصاری آگے بڑھے۔ بعض راویوں نے کہا: ''زیاد بن السکن کی بجائے عمارہ بن یزید بن السکن تھے'' وہ پانچوں انصاری ایک ایک کرکے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جانوں کو نثار کرتے رہے یہاں تک کہ زیاد یا عمارہ رضی اللہ عنہ رہ گئے۔ وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں نے انہیں گرادیا۔ پھر مسلمانوں کا ایک گروہ پلٹا اور انہوں نے وہاں سے ان کو ہٹا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''انہیں میرے قریب کرو''۔ لوگوں نے انہیں قریب کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف اپنا قدم بڑھایا تاکہ وہ اس پر اپنا سر رکھ لیں۔ پھر ان کی موت کا وقت آپہنچا اور ان کا رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر تھا۔

اللہ اکبر! یہ موت کس قدر لذت افروز اور قابل رشک تھی۔

زندگی کے آخری لمحات میں سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کا سلامتی رسول کریم ﷺ کی فکر کرنا

معرکہ احد کے زخمیوں میں سے ایک اور محب صادق کو دیکھتے ہیں کہ ان کے جسم پر تیر

تلوار اور خنجر کے ستر کاری زخم ہیں اور ان کے اس دار فانی اور اس میں موجود اہل وعیال اور مال ومتاع سے جدا ہونے میں چند لمحات باقی ہیں ان آخری لمحات میں انہیں کس بات کی فکر تھی؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے امام حاکم کی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''معرکہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن الربیع کی تلاش میں روانہ کیا اور فرمایا: ''اگر سعد مل جائے تو اسے میرا سلام کہنا، اور اس سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ دریافت کر رہے ہیں: ''تم کیسے ہو؟'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں مقتولین میں گھومتے گھومتے ان تک پہنچا تو ان کی زندگی کے آخری سانس تھے۔ اور ان کے جسم تیر، تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے میں نے ان سے کہا: ''سعد! رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور تمہاری کیفیت کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں''۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''رسول اللہ ﷺ پر سلام اور تجھ پر سلام۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کر: ''میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اور میری قوم انصار سے کہنا: ''اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ ﷺ تک دشمن پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا''۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''پھر ان کی روح ان کے جسم سے پرواز کر گئی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔'' (امام حاکم)۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا آنحضرت ﷺ کو سواری سے گرنے سے بچانے کی خاطر رات بھر ان کے ساتھ چلنا

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ چلتے رہے اور میں آپ کے پہلو میں تھا یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ اونگھے اور اپنی سواری کے ایک طرف جھک گئے۔ میں نے قریب ہو کر آپ کو بیدار کئے بغیر آپ کو سیدھا کیا تو آپ سیدھے ہو گئے۔ پھر آنحضرت ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا زیادہ حصہ گزر گیا تو آپ سواری کے ایک طرف جھک گئے۔ میں نے بیدار کئے بغیر آپ کو سیدھا کیا تو آپ سیدھے ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ سحری کے آخری حصے میں پھر سواری کے ایک طرف جھک گئے اور آنحضرت ﷺ

جھکنا پہلے دونوں مرتبہ جھکنے سے زیادہ تھا۔ میں نے قریب ہو کر آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''ابو قتادہ'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس طرح کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''رات بھر سے اسی طرح آپ کے ساتھ چل رہا ہوں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نبی کی حفاظت کرنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے۔ (صحیح مسلم)

فصل نمبر ۴:

محبت رسول ﷺ کی تیسری علامت
اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب

اس بارے میں دو رائیں نہیں کہ محب اپنے محبوب کی بات مانتا ہے۔ ہر وہ عمل جو اس کے محبوب کو پسند ہو وہ اس کے کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے اور ہر وہ کام جسے اس کا محبوب ناپسند کرے اس سے وہ دور رہتا ہے۔ محبوب کی بات ماننے میں وہ ناقابل بیان لذت اور لطف محسوس کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے والا بھی آپ ﷺ کی اطاعت کا شدت سے خواہش مند ہوتا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کے احکام کی تعمیل، اور آپ کی منع کردہ باتوں سے اجتناب کے لئے بے حد کوشاں رہتا ہے۔ حضرات صحابہ کے، جو نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے تھے کتنے ہی واقعات اس پر دلالت کناں ہیں۔ ذیل میں ان کے چند ایک واقعات بیان کیے جا رہے ہیں

حضرات انصار کا حالت رکوع ہی میں چہروں کو کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دینا

امام بخاری حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ مدینہ تشریف لائے تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ (لیکن) آپ (نماز میں) کعبہ کی طرف رخ کے پھیرے جانے کو پسند کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ (آیت شریفہ) نازل فرمائی۔

(قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلة)

ترجمہ: ''بے شک ہم تیرا چہرہ بار بار آسمان کی طرف کرنا دیکھ رہے ہیں جو قبلہ تو پسند کرتا ہے البتہ ہم تجھ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے''

(اس آیت شریفہ کے ذریعے) آپ ﷺ کا چہرہ کعبے کی طرف پھیرا گیا۔ ایک شخص آپ ﷺ کے ساتھ نماز عصر ادا کر کے نکلا تو انصار کے ایک گروہ کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ اس نے ان سے کہا: ''وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ ﷺ کا رخ اقدس کعبے کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔'' یہ سن کر ان حضرات نے نماز عصر میں رکوع کی حالت ہی میں اپنے چہروں کو (کعبے کی طرف) موڑ لیا۔''

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ان پاک باز اور مقدس حضرات نے کس قدر جلدی کی، جب انہیں آپ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ نے نماز میں چہرۂ مبارک کو کعبۃ اللہ کی طرف موڑ لیا ہے تو انہوں نے بغیر کسی ادنیٰ تردد اور تاخیر کے اس پر عمل کیا۔ رکوع سے سر اُٹھانے کی معمولی تاخیر کو بھی گوارا نہ کیا بلکہ حالت رکوع ہی میں اپنے چہروں کو کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لیا۔

ارشاد رسول کریم ﷺ کی فوری تعمیل میں
صحابہ کا ایک دوسرے کے قریب پڑاؤ ڈالنا

حضرات صحابہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل صرف نماز ہی سے متعلقہ مسائل میں نہ کرتے بلکہ زندگی کے دیگر تمام شعبوں میں بھی ان کی کیفیت ایسی ہی تھی۔ آداب سفر کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل کے متعلق امام ابوداؤد نے حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب سفر میں کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا: ''تمہارا گھاٹیوں اور وادیوں میں اس طرح منتشر ہونا یقیناً شیطان کی طرف

سے ہے۔" اس کے بعد جہاں کہیں بھی آنحضرت ﷺ نے پڑاؤ ڈالا، صحابہ ایک دوسرے سے اس قدر قریب ہوتے کہ کہا جاتا: "اگر ان سب کے اوپر چادر بچھائی جائے تو سب اس کے نیچے آ جاتے۔"

ذرا غور کریں! رسول کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کے پڑاؤ ڈالنے میں انتشار کو گوارا نہ فرمایا اور آج امت اسلامیہ زندگی کے ہر شعبے میں انتشار کا شکار ہو چکی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صحابہ کا تعمیل ارشاد میں گوشت سمیت ہانڈیوں کو انڈیل دینا

آنحضرت ﷺ حضرات صحابہ کو ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں اور باتوں سے روکتے تو ان کا ردعمل ان چیزوں اور باتوں سے یکسر اور یک لخت دور ہونے کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ ان پاک باز شخصیات کی سیرتوں میں اس قسم کے کتنے ہی دلائل و شواہد موجود ہیں انہی میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: (گھریلو) گدھے کھائے گئے"۔ نبی ﷺ خاموش رہے۔ وہ شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا اور عرض کیا: "(گھریلو) گدھے کھائے گئے"۔ نبی ﷺ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ وہی شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا: "(گھریلو) گدھوں کو ختم کر دیا گیا"۔ آنحضرت ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا تو اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا: "بے شک اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ گھریلو گدھوں (کے کھانے) سے روکتے ہیں"۔ اسی وقت ہانڈیوں کو ابلتے اور جوش مارتے ہوئے گوشت سمیت زمین پر انڈیل دیا گیا"۔

یہ اعلان سن کر نبی کریم ﷺ کے ان پاک باز سچی محبت کرنے والے ساتھیوں کو حیلہ سازی یا گنجائش اور رخصت ڈھونڈنے کی نہ سوجھی اور وہ اس بارے میں کیسے اور کیوں کر سوچ سکتے تھے جب کہ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ راہ محبت کی مبادیات میں سے ہے کہ چاہنے والے کی خواہشات اپنے محبوب کے حکم کے تابع ہوتی ہیں۔

اعلان حرمت پر شراب کو مدینہ کی گلیوں میں بہا دینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر ایک گروہ کو فضیح نامی شراب پلا رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے: "سنو! بے شک شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: "یہ شراب باہر انڈیل دو"۔ میں اٹھا اور شراب کو باہر انڈیل دیا۔ (لوگوں کے کثرت سے شراب گلیوں میں انڈیلنے کی وجہ سے) وہ گلیوں میں بہنے لگی"۔ شراب کی حرمت کا اعلان سن کر سچی محبت کرنے والے پاک باز انسانوں کا ردعمل اسے گلیوں میں پھینکنے کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اسی بنا پر شراب گلیوں میں اس طرح بہنے لگی جس طرح سیلاب کا پانی گلیوں میں بہتا ہے (صحیح بخاری) اسی بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "اس روایت میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس کے ہاں بھی شراب تھی اس نے گلی میں انڈیل دی یہاں تک کہ وہ کثرت سے گلیوں میں پھینکے جانے کی وجہ سے سیلاب کے پانی کی طرح بہنے لگی"۔ یہ سارا عمل کسی بھی چوں چرا اور قیل وقال کے بغیر مکمل ہوا۔

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "میں ابوطلحہ اور فلاں فلاں شخص کو شراب پلا رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: "کیا تمہیں خبر مل چکی ہے؟" انہوں نے دریافت کیا: "کون سی خبر؟" کہنے لگا: "شراب کو حرام قرار دے دیا گیا"۔ انہوں نے کہا: "اے انس ان مٹکوں کو الٹ دو"۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "حرمت خمر کے بارے میں آدمی کے اطلاع دینے کے بعد کسی نے نہ تو دوبارہ اس بارے میں کوئی سوال کیا اور نہ کوئی تکرار کی"۔

اللہ اکبر! ان پاک باز اور سچی محبت کرنے والوں کی اتباع واطاعت کے کیا کہنے! انہی سچے اور مقدس لوگوں کے متعلق رب العالمین کا ارشاد ہے۔

(إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)

ترجمہ: "مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف فیصلے

کیلئے بلائے جائیں تو ان کا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہو" ہم نے حکم سنا اور حکم مانا" یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوئے"۔

ایک عورت کا آنحضرت ﷺ سے وعید سن کر سونے کے دونوں کنگن اتار دینا

آنحضرت ﷺ کی اتباع کرنے والے صرف صحابہ ہی نہ تھے بلکہ آپ سے محبت کرنے والی ایمان دار صحابیات بھی اسی طرح آپ کی اطاعت کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بیٹی کی کلائیوں میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو"؟ عورت نے عرض کیا: "نہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ سونے کے ان دو کنگنوں کی وجہ سے تمہیں جہنم کی آگ کے دو کنگن پہنائے جائیں؟ راوی کا بیان ہے: "عورت نے وہ دونوں کنگن اتار کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے اور عرض کیا: "یہ دونوں (کنگن) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں"۔

اللہ اکبر! عورت نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی ملکیت ہی سے دستبردار ہوتے ہوئے انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا کہ آپ ﷺ جہاں چاہیں اللہ کی راہ میں انہیں خرچ کر دیں۔

فصل نمبر ۵:

محبت رسول ﷺ کی چوتھی علامت سنت کی تائید و شریعت کا دفاع

سب جانتے ہیں کہ کسی کے محبوب نے جس مشن کی تکمیل کی غرض سے اپنی جان و مال کو فدا کیا ہو اس کے چاہنے والے اس مشن کی خاطر اپنی جانوں اور مالوں کا

نذرانہ پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت مستعد اور تیار رہتے ہیں۔ اس مشن کے لئے کسی قسم کی قربانی دینا ان کے لئے باعث سعادت اور سرمایہ افتخار ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا مشن یہ تھا کہ لوگوں کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور توحید کی طرف لایا جائے غیر اللہ کی بندگی سے ہٹا کر بندوں کے تنہا رب کی بندگی پر لگایا جائے۔ اس مشن کی تکمیل کی خاطر آنحضرت ﷺ نے اپنی تمام توانائیاں، قوتیں اور صلاحیتیں صرف کر دیں۔ اسی مقصد کے لئے اپنے سارے اوقات، وطن، مال اور جان کو لگا دیا۔ کلمۃ اللہ کی سربلندی اور کفر کو ختم کرنے کے لئے جہاد کرتے رہے۔ دین حق کی بالادستی کی خاطر ساری زندگی حق کے دشمنوں سے لڑتے رہے۔

آپ کے پاک باز سچے چاہنے والے حضرات صحابہ اس بارے میں بھی آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے آپ کے مشن کی تکمیل کی غرض سے اپنی ساری صلاحیتیں، توانائیاں اور قوتیں صرف کرتے دین اسلام کی سربلندی اور نشر و اشاعت میں جان و مال کی قربانی سے قطعاً دریغ نہ کرتے اور اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان پاک بازوں کے نقش قدم پر چلنے والے سچے محبان رسول موجود ہیں اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس چوتھی علامت کے متعلق آنحضرت ﷺ کے پاک باز صحابہؓ کے چند واقعات ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں۔

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا اپنی جان کو قربان کرنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا

معرکہ اُحد میں اسلامی صفوں میں اضطراب پیدا ہو گیا اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس خبر سے متاثر ہو کر بعض صحابہ کا فروں سے لڑائی چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے: "تمہیں لڑائی سے کس بات نے بٹھا دیا ہے؟" انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں"۔ کہنے لگے: "ان کے بعد تمہاری زندگی کس کام کی ہے؟ اٹھو اور اسی مشن کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کرو جس کی خاطر انہوں نے اپنی جان

قربان کردی۔ اور اس کے بعد انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے دین حق کے دفاع اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کی خاطر اپنی جان کس طرح قربان کی؟

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ غزوہ اُحد کے دن جب عام لوگ پیچھے ہٹ گئے تو (انس بن نضر رضی اللہ عنہ) نے کہا: ''اے میرے اللہ! میرے ساتھیوں نے جو کیا ہے، میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں اور جو کچھ مشرکوں نے کیا ہے اس سے اظہار براءت کرتا ہوں''۔ پھر آگے بڑھے تو ان کی ملاقات سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان سے کہنے لگے: ''اے سعد بن معاذ! جنت! رب نضر کی قسم! مجھے اُحد کے اس طرف سے اس کی خوشبو آرہی ہے:''

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جو انہوں نے کیا میں وہ نہ کر سکا''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے متعلق) بیان کیا: ''ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر تلوار، اور نیزے کے ۸۰ سے زیادہ زخم تھے، اور وہ شہید ہو چکے تھے۔ مشرکوں نے ان کے ناک، کان اور دیگر اعضاء کاٹ دیئے تھے۔ ان کی ہمشیرہ کے سوا کوئی ان کی شناخت نہ کر سکا ان کی ہمشیرہ نے بھی (انگلیوں کی) پوروں سے ان کی پہچان کی''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم یہ سمجھتے یا گمان کرتے تھے کہ انس (ابن نضر) رضی اللہ عنہ اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تھی:

(مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ) الی آخر الآیة

''ایمان والوں میں سے کتنے مرد ہیں کہ جس بات کا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھلایا'' رضی اللہ عنہ وارضاہ

صدیق رضی اللہ عنہ کا سنگین حالات کے باوجود مانعین زکوۃ اور مرتدین کے خلاف جہاد

جب مانعین زکوۃ کا معاملہ درپیش آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ حالات کی سنگینی

اور ناسازگاری کے باوجود نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے ان کے خلاف جہاد کے بارے میں اپنے پختہ ارادے اور ٹھوس عزم کا اظہار ان الفاظ فرماتے ہیں:

واللہ لو منعونی عقالا کانو یؤدونه الی رسول الله ﷺ لقاتلتهم علی منعه

''اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مال زکوۃ کی ایک رسی بھی روکی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے تو میں اس ایک رسی کے حصول کی خاطر بھی ان کے خلاف جہاد کروں گا''۔ اور پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بعض مرتد قبائل کے مدینہ طیبہ پر حملے کے ارادے کی خبر ہوئی تو خود تلوار سونتے ہوئے ان کے مقابلے کے لئے نکلے۔ اس سلسلے میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میرے باپ ہاتھ میں برہنہ تلوار لئے ہوئے اپنی سواری پر ذی القصہ کی طرف روانہ ہوئے''۔ اور جب ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی کہ وہ کسی کو اپنا نائب نامزد کر کے مرتدین کے خلاف جہاد کے لئے روانہ کریں اور خود مدینہ طیبہ ہی میں تشریف رکھیں تو انہوں نے بایں الفاظ اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے جواب دیا:

لا واللہ! لا افعل، ولأواسینکم بنفسی

''نہیں، اللہ کی قسم! میں ایسے نہ کروں گا۔ میں اپنی جان کے ساتھ تمہارا تعاون کروں گا''۔

سچا محب اس بات کو کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ جس دین حق کو اس کے محبوب حضرت محمد ﷺ لے کر آئے، وہ دین تو اس کو آوازیں دے رہا ہو اور وہ چین سے بیٹھا رہے؟ شریعت اسلامیہ کی مدد کی پکار کانوں میں پڑنے کے بعد وہ کس طرح دشمنوں کے مقابلے میں نکلنے سے گریز کر سکتا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے مقابلے میں ہماری کیفیت کیا ہے؟ کیا ہم دین حق کی مشرق و مغرب سے آنے والی چیخ و پکار کو نہیں سن رہے؟ کیا شریعت اسلامیہ کی دنیا کے گوشے گوشے سے اُٹھنے والی صدائیں ابھی تک ہمارے بے حس کانوں سے گزر کر ہمارے نیم مردہ دلوں تک نہیں پہنچیں؟ اس پکار پر لبیک کہنے والے کتنے لوگ ہیں؟ نبی کریم ﷺ کی محبت کے دعوے کے باوجود کیا ہم میں سے بعض کے بارے میں اس بات کا خدشہ نہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان چسپاں ہو:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا
وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَآ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ.

"ان کے دل ایسے ہیں جن سے وہ (دین و آخرت کی باتیں) نہیں سمجھتے ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے (ہدایت کا راستہ) نہیں دیکھتے۔ ان کے کان ایسے ہیں جن سے (حق کی بات) نہیں سنتے۔ یہ لوگ چار پایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں"۔

معرکہ یرموک میں چار سو مسلمانوں کی موت پر بیعت

معرکہ یرموک میں کہ چار صد سچے محب دین حق کے دفاع اور کلمۃ اللہ کی سربلندی اور فتنہ فساد کی سرکوبی کی خاطر موت پر بیعت کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ابو عثمان غسانی سے ان کے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ: عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل نے (معرکہ یرموک کے موقع پر) کہا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بہت سے مقامات پر (ڈٹ کر) لڑائی کی۔ اور اب تمہارے (کافروں) مقابلے میں راہ فرار اختیار کروں؟" چار سو سرکردہ مسلمانوں اور سواروں نے ان کے چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن ازور سمیت ان کی بیعت کی۔ پھر انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے ثابت قدمی اور استقلال سے دشمن کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ سب زخمی ہو کر گر پڑے اور ان میں کتنے حضرات نے وہیں اپنی جانوں کو نچھاور کر دیا"۔

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی اپنی شہادت کے ساتھ مسلمانوں کی فتح کی دعا

معرکہ نہاوند میں کہ ایک اور سچا محب دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہادت کے ساتھ مسلمانوں کو فتح دے۔ حافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ: جب معرکہ نہاوند میں دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: "اگر میں قتل ہو گیا تو

کوئی میری طرف پلٹ کر نہ دیکھے اور میں ایک دعا کرنے لگا ہوں، تم میری اس دعا پر آمین کہنا"۔ پھر انہوں نے دعا کی:

"اللّٰهم ارزقني الشهادة بنصر المسلمين"

"اے میرے اللہ! میری شہادت کے ساتھ مسلمانوں کو فتح نصیب فرما"

لوگوں نے ان کی دعا پر آمین کہی۔ اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید کیے گئے

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: "اے میرے اللہ! اپنے دین کو سربلند فرما۔ اپنے بندوں کی مدد فرما۔ اور اپنے دین کی سرفرازی اور بندوں کی نصرت کے لئے نعمان کو پہلا شہید بنا۔"

کتنی عظیم اور شان والی ہے یہ دعا! ایسی دعا کی سعادت ہر کس و ناکس کو تو نصیب نہیں ہوتی۔ صبر کرنے والے اور بڑے نصیب والے ہی اس سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ.

جانیں فدا کرنے کی خاطر مسلمانوں کا اشتیاق

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی ایک تقریر جو انہوں نے شاہ اسکندریہ مقوقس کے سامنے کی اور جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے سچے دعوے داروں کے ان جذبات صادقہ کا اظہار کیا جو کہ وہ فتنہ کی سرکوبی اور دین حق کی سربلندی کی خاطر اپنی جانوں کو نچھاور کرنے کے بارے میں رکھتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں:

"ہم میں سے ہر ایک صبح و شام اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہادت نصیب فرمائے اور اس کو اس کے وطن اور اہل و عیال کی طرف واپس نہ پلٹائے ہم میں سے کسی کی بھی منزل پیچھے نہیں ہم سب تو اپنے اہل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکے ہیں۔ اور ہماری منزل تو آگے ہے"۔

نحن الذين بايعوا محمدا — على الجهاد مابقينا ابدا

فصل نمبر ۶:

اتباع نبی کریم ﷺ اور اسکی برکات

گزشتہ صفحات میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی چند علامات ذکر کی گئی ہیں۔ جن کی روشنی میں ہر شخص اپنا محاسبہ کر سکتا ہے کہ ان علامات میں وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ دعوی محبت میں کتنا سچا ہے ان علامات کی وضاحت کے لئے ذکر کیے گئے حضرات صحابہ کے چند واقعات محبت نبوی ﷺ کی صحیح سمت متعین کرنے کے لئے کافی شافی ہیں۔

اس فصل میں نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی اتباع، ان کی اہمیت اور ان پر عمل کرنے کا طریقہ کار ذکر کیا جائے گا۔ اس آسان طریقے کے چند ارکان اور لوازم ہیں جن میں سے سب سے پہلا کام اتباع سنت ہے یعنی نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ کی سنت کی اتباع۔ اور جتنے معالجے کے طریقے ہیں وہ سب بزرگان دین نے اپنے تجربات کی روشنی میں بنائے ہیں لیکن اتباع سنت ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالی منزل تک آسانی کے ساتھ پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا۔"ان کنتم تحبون الله فاتبعونی". (آل عمران آیت ۳۱) حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کریں۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی اتباع کریں۔ یحببکم الله اس کے نتیجے میں اللہ تعالی تم سب کو محبوب بنا لے گا۔

اتباع سنت کی خاصیت

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب" فرماتے ہیں کہ اتباع سنت کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں محبوبیت ہے اور محبوبیت کا خاصہ ہے کہ جب انسان اتباع سنت کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے

"الله یجتبی الیه من یشاء ویهدی الیه من ینیب" (آیت نمبر ۱۳ سورہ شوری)

اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اس شخص کو جو اللہ

تعالی سے رجوع کرے۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب" فرماتے ہیں اتباع سنت میں محبوبیت کی خاصیت ہے اور اس کی خاصیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص بھی اتباع سنت کے راستے پر چلے گا اللہ تعالی خود اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا ہمارے بزرگ فرماتے ہیں اتنے لمبے مجاہدات اور ریاضتیں کیسے کرو گے؟ البتہ ایک کام یہ کر لو کہ اپنی زندگی کو اتباع سنت کے سانچے میں ڈھال لو گویا تمہاری صبح سے لے کر شام تک کی زندگی نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ کی سنت کی پیروی میں بسر ہونی چاہیے۔

اتباع سنت کچھ مشکل نہیں

اتباع سنت کے یہ معنی ہیں کہ زندگی کے ہر کام کو اس طریقہ سے انجام دینا جو طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تجویز فرمایا اور جس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ یہ ہے اتباع سنت۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں سنت پر عمل پیرا ہونا یہ بھی تو بڑا مشکل کام ہے۔ ہمارے حضرات نے اس کا بھی طریقہ تجویز کر دیا اب کوئی آدمی کرنا ہی نہ چاہے تو وہ بات الگ ہے لیکن طریقہ تو ہمارے بزرگوں نے بتا دیا کہ ایک ہی دن میں اور ایک ہی رات میں ساری سنتوں کو تم شائد نہ کر پاؤ لیکن اس راستے کی طرف چلنا شروع کرو۔

صرف زاویہ نگاہ بدلنے کی بات ہے

جو کام آپ صبح سے شام تک کرتے ہی ہیں ان میں صرف زاویہ نگاہ کو بدلنے کی بات ہے۔ ان کاموں کو جو آج بھی کر رہے ہیں اتباع سنت کی نیت سے انجام دینا شروع کریں۔ آپ کھانا کھاتے ہیں لیکن غفلت کی حالت میں کھاتے ہیں صرف ایک بات ذہن میں ہوتی ہے کہ بھوک لگ رہی ہے چلو لذیذ سے لذیذ کھانے کھا کر بھوک مٹاؤ۔ اس خیال کو تھوڑا سا بدل لیں کہ اللہ تعالی نے کھانے کا حق بنایا ہے کیونکہ

"ان لنفسک علیک حقا".

حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے نفس کا تم پر حق ہے" اگر تم اپنے نفس کو کھانا نہ دو اور فاقے گزر جائیں۔ کھانا موجود ہے مگر تم نہیں کھاتے اور فاقوں کی وجہ سے موت

واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ ہو جائے گی۔ ہم نے جو تم کو تمہارا نفس امانت دی تھی تم نے اس کو بھوکا کیوں مارا؟ معلوم ہوا اس نفس کو کھانا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

کھانا کھاتے وقت اتباع سنت کی نیت کرلیں

چونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی کھانا تناول فرمایا تو کھانا کھاتے وقت یہ تصور کرلیں کہ نبی کریم ﷺ بھی کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔ اور کھانے کے بعد یہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ "الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین"۔ (رواہ الترمذی عن ابی سعید الخدری) کھانے کے وقت یہ نیت کرلی کہ میں اپنے نفس کا حق ادا کر رہا ہوں اور دوسرا یہ کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کھانا کھایا کرتے تھے اس طریقے پر کھانا کھا رہا ہوں، تو اس طرح کھانے کے طریقہ میں اتباع سنت حاصل ہوگی۔

گھر جاتے وقت اتباع سنت کی نیت کرلیں

جب گھر جاتے ہیں تو بیوی بچوں سے یقیناً باتیں کرتے ہیں لیکن نیت یہ کرلیں کہ نبی کریم ﷺ جب بھی گھر آتے تو گھر والوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ان سے خوش طبعی سے باتیں بھی کرتے تھے رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں کی کہانی سنا رہے ہیں کہ اے عائشہ یمن کے اندر گیارہ عورتیں تھیں انھوں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ ہر عورت اپنے شوہر کا حال بیان کرے گی۔ غرض پورا واقعہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنایا جو بخاری شریف میں آیا ہے۔

(رواہ البخاری والترمذی عن عائشہؓ)

حضرت عائشہؓ کی دل داری

حضور ﷺ حضرت عائشہؓ سے فرما رہے ہیں کہ باہر مسجد نبوی کے صحن میں حبشی لوگ نیزہ بازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں تم دیکھنا چاہتی ہو؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہاں میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ وہیں کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کندھے کے پیچھے کھڑا کرلیا کہ یہاں سے دیکھ لو تا کہ پردہ بھی برقرار رہے۔ حضور نبی

کریم ﷺ کو مظاہرے سے دلچسپی نہیں تھی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلداری کی خاطر حضور ﷺ نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا عائشہ چلیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا نہیں یا رسول اللہ ابھی اور دیکھوں گی۔ (رواہ البیہقی عن عبداللہ بن مسعود) آپ ﷺ اور کھڑے ہوئے اور فرمایا "خیار کم خیار کم لنسائهم وانا خیار کم لنسائی۔ (رواہ الترمذی حدیث نمبر ۱۱۷۲) تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اور میں اپنی عورتوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔

ہر کام میں اتباع سنت کی نیت کرلیں

ہنسی مذاق بھی کریں تو دل میں یہ نیت کرلیں کہ حضور ﷺ بھی گھر والوں سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ لہذا میں اتباع سنت کی خاطر یہ کام کر رہا ہوں آپ بھی بچوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور جب گھر جاتے ہیں تو بچہ اچھا لگتا ہے اور آپ گود میں اٹھا لیتے ہیں مگر یہ سب غفلت کے عالم میں کرتے ہیں اب گھر جاؤ یہ تصور کرلو کہ حضور نبی کریم ﷺ بچوں کے ساتھ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے ہیں آپ ﷺ نے دیکھا حضرت حسنؓ اور حسینؓ لڑ کھڑاتے ہوئے مسجد کی اندر آرہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ممبر سے نیچے اتر کر ان کو گود میں اٹھا لیا کیونکہ آپ کو بچوں کے ساتھ بہت محبت تھی۔ آج یہ سوچیں کہ میں یہ کام نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع میں کر رہا ہوں تو یہ عمل اتباع سنت کے سانچے میں ڈھل جائے گا۔

صحابہ کرامؓ کی اتباع سنت

صحابہ کرامؓ نے جو مقام حاصل کیا وہ اتباع سنت سے کیا اور ان کے اتباع کا جذبہ ایسا تھا کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کی ایسی کوئی ادا نہیں چھوڑی جس کو اپنی زندگی میں اپنایا نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا واقعہ حدیث میں آتا ہے آنحضرت ﷺ مسجد میں خطبہ دے رہے ہیں بعض لوگ کنارے پر کھڑے ہو کر سن رہے تھے حضور ﷺ نے دیکھا کچھ لوگ کھڑے ہوئے ہیں یا آپ ﷺ نے ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت ابھی گھر سے آرہے تھے، ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ سڑک پر آپ ﷺ کی آواز کان میں پڑی کہ "بیٹھ جاؤ" وہیں سڑک پر بیٹھ

گئے۔ فرماتے ہیں جب یہ سنا تو قدم اُٹھانے کی مجال نہ ہوئی۔ (رواہ ابوداؤد عن جابرؓ)
اس اتباع کی برکت سے صحابہ کرامؓ نے سب کچھ حاصل کیا آج بھی حاصل کرنے کا یہی راستہ ہے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔

اتباع سنت کی اہمیت حضرت مجدد الف ثانیؒ کی نظر میں

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم ظاہر عطا فرمایا۔ یعنی یہ علم حدیث تفصیل کے ساتھ حاصل کر چکا تو خیال آیا کہ صوفیاء کرام جو علوم لئے بیٹھے ہیں ان کو بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ کیا علوم ہیں۔ صوفیا کرام کے جو سلسلے ہیں چشتیہ وغیرہ وہ سارے میں نے حاصل کئے اور جو جو طریقے انہوں نے بتائے ہیں سب پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نتیجے میں مجھے ایسا مقام عطا فرمایا کہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔ لوگ کہیں گے کہ یہ خودنمائی کر رہا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے مجھے اس مقام تک پہنچایا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مجھے خلعت پہنایا اور فرمایا کہ میں اس سے بھی آگے اس مقام تک پہنچا کہ اگر میں اس کی تفصیل بیان کروں تو فقہاء کہیں گے کہ یہ کافر ہو گیا اور صوفیاء کہیں گے یہ زندیق ہو گیا۔ لیکن وہ مقامات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ان سارے مقامات کو حاصل کرنے کے بعد میں ایک ایسی دعا کرتا ہوں ان شاء اللہ جو اس دعا پر آمین کہے گا اس کی بھی نجات ہو جائے گی۔ دعا یہ ہے ''اے اللہ مجھے اتباع سنت کی زندگی عطا فرما اور اسی پر مجھے موت عطا فرما اور اتباع سنت ہی کے حال میں میرا حشر فرما آمین'' یا درکھیں! لوگ جو کچھ کرامات والہام وغیرہ بیان کرتے ہیں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ جو کچھ مقام اور مرتبہ ہے وہ اتباع سنت ہی کا ہے۔ بنیادی بات اتباع سنت کی فکر پیدا کرنا ہے

یہ کام سوچنے کا نہیں کرنے کا ہے

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اہلیہ کے اتباع سنت کا اہتمام دیکھنے کے بعد میں نے یہ کام کیا کہ اپنی زندگی کا جائزہ لیا۔ سارے کام چھوڑ کر تین دن اس کام میں صرف کیے کہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا جائزہ لیا کہ کونسی سنت پر عمل کرتا ہوں اور کونسی سنت پر عمل نہیں کرتا اور جس پر نہیں کرتا اس پر عمل شروع کر دوں فرماتے ہیں الحمد للہ تین دن کی محنت کے بعد راہ عمل صاف ہو گئی اور اس کے بعد میں نے تہیہ کر لیا کہ باقی سنتوں پر عمل کروں گا۔

لہٰذا یہ کام سوچنے کا نہیں کرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اس طریقہ کار پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

نبی کریم ﷺ کی محبت کا ثمرہ

یہ تو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ ہماری محبت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ناکارہ لوگ آپ سے محبت کریں نہ کریں، اس سے آپ کی عزت وعظمت اور رفعت و بزرگی میں نہ کچھ اضافہ ہوگا اور نہ کمی واقع ہوگی وہ تو کائنات کے خالق، مالک رازق اور نظام چلانے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان کا مقام و مرتبہ تو رب ذوالجلال کے ہاں اتنا عظیم اور بلند ہے کہ جو ان کی اتباع کرے وہ اسے بھی اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

مولائے کریم خود ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ
اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

ترجمہ: ''کہہ دیجئے اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے''۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کا فائدہ محب ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے دنیا و آخرت میں سرفراز و سربلند ہوتا ہے۔

یا رب صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

باب نمبر ۴

اکابر اُمت اور اِتباعِ سنت

اکابر امت کے محبت رسول ﷺ
اور اتباع سنت کے واقعات

گذشتہ صفحات میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی اہمیت، اسباب اور محبت نبوی سے حضرات صحابہ کرام، صحابیات کے واقعات محبت کی علامات و برکات کے متعلق لکھا گیا، لیکن حضور پر نور علیہ السلام سے عقیدت ومحبت کی یہ داستان صرف خیر القرون تک محدود نہیں رہی بلکہ ہر زمانہ حضرات صحابہ کرام کے عہد مبارک کی یادیں تازہ کرتا رہے گا۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ عقیدت ومحبت کا یہ سلسلہ خیر القرون کے لئے تھا اس وقت حالات کا تقاضا کچھ تھا اب دنیا ترقی کر گئی ہے اس لئے ہر دور میں اللہ پاک ایسی نفوس قدسیہ پیدا فرماتے رہتے ہیں جن کے ذریعے خیر القرون کی بہاریں دیکھی جاسکتی ہیں اللہ پاک ہم سب کو علماء حق سے وابستہ فرمائے اور اتباع سنت کی توفیق سے نوازے آمین۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ اسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت

ابوبکر صدیقؓ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ برصغیر کی مرکزی علمی و عملی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اول اور عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے مرید ومجاز تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ، حضرت نانوتویؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ:

> حق تعالیٰ اپنے بندوں کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے ایک لسان (زبان) عطا کرتے ہیں چنانچہ حضرت شمس تبریزیؒ کو مولانا رومؒ لسان عطا ہوئے انہوں نے شمس تبریزی کے علوم کو کھول کھول بیان فرمادیا اسی طرح مجھ کو مولوی محمد قاسم لسان عطا ہوئے ہیں (سوانح قاسمی جلد ۱ ص ۲۹۴ وحسن العزیز ۱ ص ۳۸۲)

محبت کا پہلا قرینہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی جب حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے فراغت کے بعد جب مدینۃ الرسول ﷺ کی طرف روانگی ہوئی تو دربار حبیب سے کئی میل دور ہی گنبد خضراء پر نظر پڑتے ہی اپنا جوتا اتار لیا حالانکہ وہاں سے راستہ نوکدار پتھر کے ٹکڑوں سے بھرا تھا مگر آپ کے ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ دیار حبیب میں جوتا پہن کر چلا جائے نا معلوم کس مقام پر حضور پر نور ﷺ کے اقدام مبارک پڑے ہوں اور میری کیا مجال کہ میں جوتا پہن کر اس مقام پر چلوں۔

گلاب سے محبت کی وجہ

ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو گلاب سے زیادہ محبت تھی جانتے بھی ہو کیوں تھی؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے فرمایا کہ ہاں حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث۔ (ارواح ثلاثہ)

کیا یہ عشق ومحبت کی معراج نہیں؟ کہ گلاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک تعلق ہے اس لئے حضرۃ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس حدیث کی صحت اور ضعیف سے اس وقت بحث نہیں بتلانا صرف یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عقیدہ ومحبت تھی۔ (محدثین کا قاعدہ ہے کہ ضعیف روایت بالخصوص جب

کہ وہ متعدد طرق سے نقل کی جائے فضائل میں معتبر ہوتی ہے۔فضائل درود شریف حضرت شیخ الحدیثؒ ص ۴۱) مگر عقائد کا معاملہ اس سے مختلف ہے عقائد کے لئے پکی صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہوگا۔

عشق ومحبت کی معراج

حضرت نانوتویؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی تعلق کتنا تھا؟ ا... آپ کے نام اقدس کی ان کے دل میں کس قدر عظمت تھی۔اس کا اندازہ کیجئے کہ اسم گرامی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سن کر لرزہ بدن میں پڑ جاتا تھا اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور ایک عجیب حالت نمایاں ہوتی تھی جو معرض بیان میں نہیں آسکتی۔(سوانح قاسمی جلد ا ص ۲۸۲)

کثرت درود وسلام

حضرت نانوتویؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کی خود بھی کثرت فرماتے تھے اور اپنے معتقدین ومتوسلین کو بھی اسی کی نصیحت وصیت فرماتے تھے۔ایک جگہ لکھتے ہیں کہ درود شریف کی جتنی کثرت ہو سکے اتنی بہتر ہے۔(مکتوبات اکابر ص ۵۴)

جان جائے پر سنت نہ جائے

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو کون نہیں جانتا کہ وہ علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ان کے پیچھے انگریز لگا ہوا ہے، چاہتا ہے کہ جان سے مار ڈالوں آپ کو بھی پتہ چل گیا۔رشتہ داروں نے کہا، حضرت! آپ کہیں چھپ جائیں تاکہ آپ بچ سکیں آپؒ نے بات مان لی، لہذا چھپ گئے، ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ پھر باہر پھرتے نظر آئے۔پھر کسی نے کہا جان کا معاملہ ہے، آپ کو چاہئے کہ ذرا اوجھل ہو جائیں، فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی حدیث پر نظر ڈالی، مجھے پوری زندگی میں حضور ﷺ تین دن غار میں چھپے نظر آتے ہیں میں نے اس سنت پر عمل کر لیا ہے اب باہر آگیا ہوں چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

احیائے سنت

حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ تم اپنی بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو، قرآن پاک میں بھی ہے۔حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی ایک ہمشیرہ ۹۰ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں آپ کو پتہ چلا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے کچھ دن گزر گئے تو پھر دوبارہ اپنی بہن کے پاس گئے اور کہنے لگے، بہن! میں آپ کے پاس ایک بات کرنے آیا ہوں بہن نے کہا بتاؤ بھائی، کیا بات ہے؟ حضرت فرمانے لگے کہ میرے آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ تم بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو، آپ میری اس بات کو مان لیجئے اور نکاح کر لیجئے میں جانتا ہوں کہ اس عمر میں آپ کو ازدواجی زندگی کی ضرورت نہیں ہے مگر قاسم نانوتویؒ کو سنت پر عمل کی توفیق ہو جائے گی۔بہن رونے لگ گئیں، آپؒ نے اپنی پگڑی کو اتارا اور بہن کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ تیری وجہ سے مجھے حضور اکرم ﷺ کی ایک سنت پر عمل کی توفیق نصیب ہو سکتی ہے چنانچہ ۹۰ سال کی عمر میں اپنی بہن کا ایک اور نکاح کر دیا، اللہ اکبر! اتباع سنت کا اتنا اہتمام تھا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ جب حج پر گئے تو آپ نے راستہ میں حضور ﷺ کی محبت میں کچھ اشعار لکھے۔وہ بھی آپ کو سناتا چلوں، فرماتے ہیں:

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار

کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! نجات کی امیدیں تو بہت ہیں مگر سب سے بڑی امید یہ ہے کہ مدینہ کے کتوں میں شمار ہو جائے، اگر جیوں تو مدینہ کے کتوں کے ساتھ پھرتا رہوں اور اگر مر جاؤں تو مدینہ کے کیڑے مکوڑے مجھے کھا جائیں۔رسول اللہ ﷺ کی ایسی شدید محبت دل میں تھی۔

احترام روضہ مبارک

ایک آدمی آپؒ کی خدمت میں آیا، اس نے سبز رنگ کا جوتا پیش

کر دیا۔ حضرت ؒ نے وہ جوتا لے تو لیا مگر اس کو گھر میں رکھ دیا، کسی نے بعد میں پوچھا، حضرت! فلاں نے بہت اچھا جوتا دیا تھا، علاقہ میں اکثر لوگ پہنتے ہیں، خوب صورت بھی بنا ہوا تھا فرمایا، میں نے جوتا لے تو لیا تھا کہ اس کی دل جوئی ہو جائے مگر پہنا اس لئے نہیں کہ دل میں سوچا کہ میرے آقا ﷺ کے روضہ اقدس کا رنگ سبز ہے اب میں اپنے پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں۔

آپ ؒ حرم تشریف لے گئے، آپ ؒ بہت نازک بدن تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا کہ آپ ؒ ننگے پاؤں مدینہ کی گلیوں میں چل رہے ہیں اور پاؤں کے اندر سے خون رستا چلا جارہا ہے کسی نے پوچھا حضرت جوتے پہن لیتے فرمایا ہاں پہن تو لیتا، لیکن جب میں نے سوچا کہ اس دیار میں میرے آقا ﷺ چلا کرتے تھے تو میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ قاسم اس کے اوپر جوتوں کے ساتھ چلتا پھرے، کیسے دیوانے اور پروانے تھے رسول اللہ ﷺ کے۔

ہمارے اکابر کا فقید المثال عقیدہ

ہمارے اکابر نے اپنا عقیدہ لکھا ہے، ذرا دل کے کانوں سے سنیں تاکہ پتہ چل سکے کہ ان پر بہتان لگانے والے کتنی غلط فہمی کا شکار ہیں ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک میں جو مٹی لگ رہی ہے، وہ اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے۔

حکیم الامت کی اہلیہ اور اتباع سنت کا اہتمام

حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ، نے ایک مرتبہ فرمایا کچھ دن تک جب بھی میں گھر جاتا تو دیکھتا کہ لوکی پکی ہوئی ہے تو میں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آپ روزانہ لوکی پکاتی ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں نے کتاب میں پڑھا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو لوکی پسند تھی (رواہ البخاری ومسلم عن انسؓ) جب میں نے یہ پڑھا تو میں نے نوکر کو ہدایت کی کہ بازار میں لوکی ملتی ہو تو لوکی ضرور لایا کرو۔ تاکہ نبی کریم ﷺ کا کھانا گھر میں پکتا رہے۔ حضرت فرماتے ہیں جب میں نے اپنی اہلیہ کے منہ سے یہ بات سنی تو میرے بدن پر ایک جھرجھری سی آگئی، اس خیال سے کہ اس عورت کو نبی کریم ﷺ کی ایک سنت عادیہ کا اتنا اہتمام ہے کہ جب تک لوکی بازار میں ملتی رہے لایا کرو۔ اور ہم علم کے دعوے دار ہیں ہم نے حدیثیں پڑھیں اور

نبی کریم ﷺ کے ارشادات پڑھے مگر ہمارے دل میں اتنا اہتمام نہیں ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

مدینے کی ہوا

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فقیہ وقت تھے، ایک آدمی حج سے واپس آیا اور وہاں سے کچھ کپڑا لایا، اس نے وہ کپڑا حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؒ نے جب اسے لیا تو اسے چوما اور اپنے سر کے اوپر رکھ لیا، جیسے بڑی عزت والی کوئی چیز ہو، طلباء بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کیا، حضرت! یہ تو فلاں ملک کا بنا ہوا کپڑا ہے، مدینہ کے لوگ خرید کر آگے فروخت کرتے ہیں فرمایا میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ مدینہ کا بنا ہوا نہیں ہے مگر میں تو اس لئے اس کی عزت کرتا ہوں کہ اسے مدینے کی ہوا لگی ہوئی ہے۔

سنت سے محبت

حضرت گنگوہیؒ کا سنت مصطفویہ کے ساتھ عشق اس درجہ کامل اور فائق تھا کہ آپ کو عربی مہینوں کے اسماء چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی مہینوں کے ناموں کا استعمال بھی گراں گذرتا تھا، مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ حضرتؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ کسی شخص نے پوچھا کہ گوالیار کب جاؤ گے انہوں نے جواب دیا جولائی کی فلاں تاریخ کو حضرت گنگوہی نے تاسف کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اور ماہ تاریخ نہیں ہے جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جائے۔

فرمانِ نبی پر یقین

ایک مرتبہ وعظ کے دوران فرمایا: میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے ہی مجھے وہ یقین عطا فرمایا تھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور جمعہ کا وقت آجاتا تو کھیل چھوڑ کر جاتا اور لڑکوں سے کہہ دیتا کہ میں نے اپنے ماموں سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین جمعہ کو چھوڑنے سے آدمی منافق لکھا جاتا ہے، لوگوں کو کہتا ہوں کہ آخر مسلمان ہیں، خدا اور رسول پر یقین ہے، پھر ایسے غافل کیوں ہیں؟

جس فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگ بوڑھے ہو کر غفلت برتتے ہیں

غور فرمایئے حضرت گنگوہیؒ اپنے بچپن میں کتنا خیال فرماتے تھے اور کیسا پختہ یقین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر رکھتے تھے یہ حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ جسے اپنا بنانا چاہیں بچپن ہی سے اس کے آثار واضح ہونے شروع ہو جاتے ہیں یہی حال حضرت کا تھا اور اسی کا اثر تھا کہ حضرتؒ اپنے خدام ومتوسلین کو اتباع سنت کی بہت بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ: سب کو محض فضل حق تعالیٰ کا جاننا چاہیے اور اپنے پر شکر اور ندامت انفعال لازم ہے اور اُمید وار رحمت حق تعالیٰ کا رہنا چاہیے اور اتباع سنت کا بہت بہت خیال رہے۔ (مفارضات رشیدیہ ص ۱۹)

بہترین دستور العمل

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: اتباع سنت کا خیال ہر امر پیش نظر رہے کہ اس کے برابر کوئی امر دنیا میں رضائے حق تعالیٰ کے واسطے نہیں، قال اللہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں، اس دستور العمل سے زیادہ بہتر کوئی دستور العمل نہیں پایا۔ (مفارضات رشیدیہ ص ۴۵)

اتباع سنت کی وصیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ! حضرت گنگوہیؒ کے وصیت نامہ میں بہت زور سے لکھا ہے کہ اپنی آل اولاد سب دوستوں کو بتاکید وصیت کرتا ہو کہ اتباع سنت کو بہت ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں تھوڑی سی مخالفت کو بھی اپنا بہت سخت دشمن جانیں۔ (اکابر علماء دیوبند ص ۲۹)

درود شریف کا التزام

حضرت گنگوہیؒ اپنے متوسلین ومعتقدین، احباء ومخلصین کو درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے، اور درود شریف کو دارین کے لئے مفید بتلاتے تھے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

درود شریف کا التزام رکھو کہ حاجت دارین کے واسطے نہایت مفید ہے۔ (مکتوبات اکابر دیوبند ص ۵۶ معراج بکڈپو دیوبند) حضرت حکیم الامت مولانا

تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت گنگوہیؒ کو دیکھا کہ ہر وقت درود شریف کا ورد فرماتے تھے اور بات بہت کم کرتے تھے۔

(وعظ النور ص ۳۰)

ہر دم نام محمد کا لے

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرا نام میرے والدین نے کالے رکھا تھا۔ لوگوں نے محمد کالے کہنا شروع کر دیا اب اسی نام سے معروف ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی میرے نام کی تیج کہے، میں نے بہت سے علماء سے پوچھا ہے مگر وہ کوشش بسیار کے باوجود کچھ نہیں کہہ سکے۔ آپ نے فی البدیہہ فرمایا کہ تمہارے نام کی تیج کتنی بہت آسان ہے اس نے پوچھا کہ کون سی؟ آپ نے فرمایا "ہر دم نام محمد ﷺ کا لے"

شیخ الہند مولانا محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ

عمل بالحدیث

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن گنگوہی قدس سرہ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے، کسی شاگرد نے عرض کیا حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے حضرتؒ نے فرمایا ہاں بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے، مگر بیٹھ کر پڑھنا حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔

اتباع سنت امر طبعی کے درجے میں

حیات شیخ الہند ص ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ کوئی قول وفعل خلاف شریعت ہونا تو در کنار، مدتوں خدمت میں رہنے والے خادم بھی یہ نہیں بتلا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا، دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت کو اتباع سنت کا خیال تھا، خود بھی عمل کرتے اور اپنے متبعین متوسلین کو بھی قولاً وعملاً اسی کی ترغیب دیتے اور رفتہ رفتہ عمل بالسنہ حضرت کے لئے ایک امر طبعی ہو گیا تھا جس میں کسی تکلیف وتحریک کی ضرورت ہی نہ تھی نہایت سہولت

ومتانت سے سنن ومستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ مگر یہ نہیں کہ ہر وقت ہر ہر فعل پر حاضرین کے جتلانے یا ان سے داد لینے کے لئے حدیث پڑھ کر سنائیں یا عمل کریں۔

نیا پھل کسی نے پیش کیا تو خوشبو سونگھی، آنکھوں سے لگایا پھر کسی بچہ کو پکار اور اس کو دیدیا، اور کبھی کبھی یہ دیکھنے کے حیلہ سے کہ بارش ختم ہوگئی یا نہیں دو ۲ چار قطرے سر اور جسم پر لیکر حدیث عهد بربه کا لطف اُٹھالیا، ایک روز مولانا میاں اصغر حسین صاحب کی عیادت کو تشریف لائے اور صرف مصافحہ کرکے واپس ہونے لگے میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بھی آج ہی حدیث پر عمل کرنا تھا۔ تبسم فرما کر فوراً پڑھ دیا "العيادة فواق ناقة"۔

تاثیر ایمان

اسی میں ص ۱۱۸ پر لکھا ہے کہ مالٹا کی حراست کے زمانہ میں اگر چہ مسافر پر قربانی نہیں اور قیدی پر تو ذبح کرنیکی بھی اجازت نہیں تھی مگر حضرت کا معمول ہندوستان میں کئی کئی قربانیاں کرنے کا تھا، یہ جذبہ حضرت کو پیش آیا اور محافظانِ جیل کو اطلاع کی کہ ہمیں قربانی کی اجازت دی جائے اور جانور مہیا کیا جائے، دل کی نکلی ہوئی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی، محافظوں پر اثر ہوا اور ایک دنبہ سات گنا میں خرید کر دیا جس کی قیمت حضرت نے بہت طیب خاطر سے ادا کی اور اس دار الکفر میں جہاں زوالِ سلطنتِ اسلامیہ کے بعد کبھی اس سنتِ ابراہیمیؑ کے ادا ہونے کی نوبت نہ آئی ہوگی دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کرکے واضح کر دیا کہ مومن علو ہمت ہو تو زنداں میں مستحبات بھی ادا ہو سکتے ہیں۔

یہ تھے عاشقِ سنت

حدیث پاک میں سرکہ کے متعلق آیا ہے کہ بہترین سالن ہے حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں جب بھی دستر خوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف رغبت فرماتے، اور کبھی گھونٹ بھی بھر لیتے۔ ایک مرتبہ بدن پر پھنسیاں وغیرہ نکل آئیں اطباء نے سرکہ کو منع کر دیا، پھر بھی حضرت سرکہ نوش فرما ہی لیتے، حضرتؒ نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی شادی اپنے استاد حضرت نانوتویؒ کے طرز پر ایسی ہی سادگی اور اتباعِ سنت سے کی جو حضرت جیسے محدث اعظم اور عاشقِ سنت کے شایانِ شان تھی، کبھی جامع مسجد میں نماز کے بعد اعلان کرکے داماد کو

بٹھا کر نکاح پڑھ دیا، کبھی مدرسہ میں علماء اور طلباء کے مجمع میں بطریق مسنون عقد کر دیا اور معمولی کپڑے پہنا کر ڈولی میں بیٹھا کر رخصت کر دیا۔ (حیات شیخ الہند ص ۲۰۵)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

متبع سنت

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے اتباعِ سنت کے واقعات اس قدر مشہور اور زبان زد ہیں کہ ان سب کا لکھوانا تو بہت مشکل ہے اور اس کے دیکھنے والے ابھی تک بہت موجود ہیں، اس ناکارہ نے اپنے اکابر میں اخیر شب میں رات کو گڑگڑاتے ہوئے رونے والا دو کو دیکھا، ایک اپنے والد صاحبؒ کو اور دوسرے حضرت شیخ الاسلامؒ کو۔ ایسی ہچکیاں اور سسکیاں لیتے تھے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔

کیفیت نماز

قاری محمد میاں صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دھلی لکھتے ہیں کہ:

"تہجد میں اول دو رکعتیں مختصر پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعتیں طویل جن میں ڈیڑھ دو پارے قرأت فرماتے، تہجد کی قرأت قدرے جہر سے ادا فرماتے پاس بیٹھا ہوا آدمی غور سے سنے تو پوری قرأت سن سکے۔ قرأت کرتے وقت اس قدر خشوع اتنا گریہ، سینہ مبارک سے ایسے کھولتے ہوئے گرم سانس، جناب رسول اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت احادیث میں ذکر کی گئی ہے:

"كان يصلي ولجوفه ازيز كازيز المرجل من البكاء".

آپ ﷺ نماز ایسی پڑھا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے اندر سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز کی طرح سے آواز آتی تھی"۔

مسلسل آہ وفغاں

وہ منظر کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر پہلے دعا مانگتے پھر مصلے پر استغفار کرنے کے لئے بیٹھ جاتے، تسبیح ہاتھ میں ہوتی، جیب میں سے رومال نکال کر آگے رکھ لیتے، اگالدان قریب رکھ لیا کرتے، اس

وقت رونے کا جو منظر بار ہا دیکھنے میں آیا ہے وہ کسی اور وقت نہیں آیا، آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں مسلسل جاری رومال سے صاف کرتے جاتے اور:

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ:

جھوم جھوم کر پڑھتے جاتے، کبھی کبھی اور بھی کلمات پڑھتے، بعض اوقات اسی کرب و بے چینی کے عالم میں فارسی یا اردو کا کوئی شعر بھی پڑھا کرتے۔ فجر کی نماز تک یہی معمول رہتا''۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۸۰)

شیدائیت سنت

مفتی مہدی حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

''عبادت خداوندی کا یہ ذوق کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نماز فجر میں طوال مفصل ہی پڑھا کرتے تھے، سنت کی شیدائیت اتنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ جن امور کو ادنیٰ تعلق بھی رسول اللہ ﷺ سے ہو ان پر عمل کرتے تھے، دنیا کو حیرت ہوگی کہ دارالعلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا، لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ؟ نہ اس میں پھول نہ پھل، نہ اس سے خوشنمائی نہ یہ زینت چمن، پھر کیوں لگوایا؟ تحقیق سے پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی تھی جو ''بیعت رضوان'' کے نام سے زبان زد خاص و عام ہے، یہ درخت اس کی یادگار ہے''۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۵۲)

باب نمبر ۵

سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی

عجب دربار

سلاطین کہتے ہیں شاہی دربار تھا کہ فوج تھی علم تھا، پولیس تھی جلاد تھے گورنر تھے، کلکٹر تھے، منصف تھے، ضبط تھا قانون تھا

مولوی کہتے ہیں، مدرسہ تھا درس تھا، وعظ تھا افتاء تھا، قضاۃ تھی، تصنیف تھی، تالیف تھی، محراب تھا، منبر تھا،

صوفی کہتے ہیں خانقاہ تھی کہ دعا تھی، جھاڑ پھونک تھا، وظیفہ تھا، ذکر تھا، شغل تھا، تحنث (چلہ) تھا، گریہ تھا، بکاء تھا وجد تھا، حال تھا، کشف تھا، کرامت تھی، فقر تھا، فاقہ تھا، زہد تھا، قناعت تھی، کنکریاں دی جاتی تھیں کہ کھارے کنوؤں کا پانی میٹھا ہو جائے گا۔ بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا جاتا تھا، جس کو جو کہہ دیا جاتا تھا پورا ہو جاتا تھا۔

مگر سچ تو یہ ہے کہ وہ سب کچھ تھا اس لئے کہ وہ سب کے لئے آیا تھا آئندہ جس کسی کو چلنا تھا جس زمانہ میں چلنا تھا، اسی کی روشنی میں چلنا تھا۔

اقتباس از کتاب النبی الخاتم ﷺ
تصنیف مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

فصل نمبر ۱

اتباعِ مجتبیٰ ﷺ ہی ہے رضائے مصطفیٰ ﷺ

اسلام کے فروغ میں سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو حاصل ہے وہ محبت رسول ﷺ ہی ہے، یہ محبان رسول ﷺ ہی تھے جو اسلام کے پیغام کو لے کر کوہ دشت میں سرگرداں پھرتے تھے، اسی محبت کا ہی کرشمہ تھا جس نے ان لوگوں کو سیلاب باطل کے مقابلے میں دیوار حق بنا دیا تھا، اسی محبت کا جادو ہی تھا جو قیصر و کسریٰ جیسی عظیم طاقتوں کے سر چڑھ کر بولا، یہ حب مصطفیٰ ﷺ اور عشق مجتبیٰ ﷺ ہی تھا جس نے میدان وفا میں حسینؓ بن علیؓ کو صبر، زید بن دشنہؓ کو استقلال، بلالؓ وصہیبؓ کو ثابت قدمی، خالد بن ولیدؓ کو شجاعت اور طارقؒ بن زیاد کو اولوالعزمی عطا کی تھی۔ حب رسول ﷺ کی اس سوز و تپش نے ہی تو عرب کے صحرانشینوں کو تاج ایران اور تختِ روم کا مالک بنایا تھا، یہی وہ جذبہ تھا جس نے انہیں زندگی کے ہر میدان میں کامیابی عطا کی تھی۔

عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات عشق سے نارِ حیات
(اقبالؒ)

لیکن یہ جوش محبت اور ذوقِ عشق ہم لوگوں کی طرح محض زبانی دعویٰ نہیں تھا، آج ہم لوگ ہیں جو صرف زبان سے حب رسول ﷺ اور عشق محمد ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس دعویٰ کے صلہ میں اپنی مغفرت کو یقینی خیال کرتے ہیں، گویا اس نام نہاد دعویٰ سے اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) ہماری مغفرت لازم ہوگئی کیا یہی حب رسول ﷺ ہے کہ ہم نہ تو احکام الٰہی کی پابندی کریں اور نہ اُسوۂ رسول ﷺ کا پاس؟ کیا یہی محبت نبی ﷺ ہے کہ ہم پوری زندگی کو لہو و لعب میں گزار دیں اور دین کا خیال تک نہ آئے، اور اپنے اس خالصتاً زبانی دعوے پر خود کو جنت کا حق دار تصور کرنے لگیں۔

دعویٰ دلیل نہیں

محض زبان سے محبت کا دعویٰ محبت کی دلیل نہیں بن سکتی ہے، کوئی شاگرد اگر

زبان سے یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے اُستاد کا فرمانبردار ہے اس کی بہت عزت کرتا ہے، اس سے بے پناہ محبت اور عقیدت ہے، اس کے حکم کو جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے، لیکن دوسری طرف وہ نہ اس کے دیئے ہوئے سبق کو یاد کرتا ہے نہ کلاس میں پابندی سے حاضر رہتا ہے، اسکول کے اوقات میں کھیل تماشوں میں گھومتا پھرتا ہے، کتاب پڑھتا ہے نہ فیس دیتا ہے تو پھر اس کا یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے فریب ہے، ایسا طالب علم اپنے امتحان میں شرطیہ ناکام ہوگا۔

عیسائیت کا تصور

دراصل یہ محض ایک ایسا تصور ہے جو ایمان کی کمزوری کے سبب پیدا ہوتا ہے جس طرح عیسائیت میں یہ تصور پیدا ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی اُمت کی خاطر اپنا خون بہا دیا اور اب مغفرت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس اُمت میں شامل ہو جائیں، گویا بھیڑوں کے اس گلہ میں شامل ہو جائیں جس کی گلہ بانی حضرت عیسیٰؑ کر رہے ہیں، ان کے خون کے بدلے میں ہم سب کی مغفرت قبول اور گناہ معاف ہو گئے، اب ہمارے اعمال و افعال کی پرسش ہمارے نجات دہندہ (Saviour) کی قربانی کی وجہ سے نہیں ہوگی، اس تصور نے عیسائیوں پر یہ اثرات مرتب کئے کہ وہ برے سے برے افعال اور گندے گندے اعمال میں ملوث ہوتے چلے گئے۔

ٹھیک اسی طرح یہ تصور ہمارے ذہن و فکر میں بھی گھر کر چکا ہے، ہمارے کچھ خود غرض، نام نہاد راہبر اس تصور کو تقویت دے رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور بزرگانِ دین سے محبت کا یہ نام نہاد دعویٰ ہی ہماری مغفرت کا ضامن ہے، چونکہ ہم محمد ﷺ کے شیدائی ہیں اور وہ ''رحمت عالم'' ہیں اس لئے وہ ہماری شفاعت فرمائیں گے اور ہماری مغفرت ہو جائے گی۔

بستر مرگ پر بھی نماز کا اہتمام

احکام الٰہی کی پابندی اور اتباع رسول ﷺ کے معاملے پر اگر ہم غور کریں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے، رسول کریم ﷺ کو وصال کے وقت جب مرض کی شدت سے افاقہ ہوتا ہے اور نقاہت کم ہوتی ہے تو پہلے نماز ہی کا خیال آتا ہے۔ اسی حالت میں اُٹھتے ہیں اور مسجد نبوی میں جا کر نماز میں شریک ہو جاتے ہیں، صحابہ کرام ہیں کہ ان کے محبوب رسول ﷺ ان کو چھوڑ کر جانے

والے ہیں، وہ حالات کی اس نزاکت کو محسوس کر رہے ہیں کہ رنج والم کا کوہ گراں ان پر ٹوٹنے والا ہے مگر وہ اپنے محبوب ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہیں ہوتے۔

بلند پایہ بزرگ کی زندگی سے ایک واقعہ

بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کا بھی یہی اُسوہ رہا ہے، حضرت معین الدین چشتیؒ مرض الموت کی شدت سے بے ہوش ہیں کبھی کبھی ہوش آجاتا ہے، مگر جب ہوش آتا ہے تو صرف دو سوال کرتے ہیں، کون سی نماز کا وقت ہے؟ کیا میں نے نماز ادا کر لی ہے؟ اگر ایسے بلند پایہ بزرگوں کے لئے احکام شرعیہ سے رخصت نہیں تو پھر ہم عام لوگوں کے لئے کیسے ممکن ہے؟

محبت کی بلندیاں

داعی اسلام ﷺ نے جب پیغام حق دیا تو ان کی آواز پر لبیک کہنے والے چند غلام، کچھ نوعمر لڑکے، کچھ عورتیں اور کچھ بوڑھے تھے، ایک یتیم اور بے سہارا شخص مادی اعتبار سے دیکھا جائے تو نہ کوئی طاقت وحکومت، نہ مال ودولت، نہ رؤسائے اُمراء کی امداد، تیرہ سال کی مسلسل کوشش وجستجو کے بعد ایک مختصر سی جماعت تیار ہوئی وہ بھی مادی طور پر اتنی کمزور کہ مکہ کے شب و روز اس پر تنگ تھے مگر اصل چیز یہ تھی کہ ان کے عشق کی بلندیاں آسمان کو چھونے والی تھیں، ان پر اذیتوں کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں مگر سچے محبان کی زبانوں سے اُف تک نہیں نکلتی، کبھی جلتی ریت پر گھسیٹے جاتے ہیں تو کبھی لوہے کی زرہیں پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کر دیئے جاتے ہیں، کبھی چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دی جاتی ہے تو کبھی انگاروں پر لٹایا جاتا ہے۔ ان کے محبوب ﷺ کا بھی یہ حال ہے کہ کبھی اُن کو قریش کے سردار زخمی کر دیتے ہیں تو کبھی اُن کی گردن میں چادر ڈال کر اینٹھتے ہیں اور کبھی سجدہ کی حالت میں اُن کی پشت پر غلاظت رکھ دیتے ہیں، جو اُن کی حمایت کا دم بھرتا ہے اس کا مقاطعہ (Social Boyoott) کر دیا جاتا ہے۔

پھر ایک وقت ایسا آپہنچا ہے کہ اس داعی حق کو رات کی تاریکی میں دشمن سے چھپ کر اپنے وطن عزیز کو خیرآباد کہنا پڑتا ہے، وطن سینکڑوں میل دور پہنچ جانے پر بھی دشمن اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور اللہ کی اس جماعت کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

لیکن اُنہیں نہیں معلوم کہ محبت رسول ﷺ کی جو چنگاری ان کے سینوں میں پوشیدہ تھی وہ اب شعلہ بن چکی ہے، بغض وعناد کے یہ تند وتیز جھونکے اب اس شعلہ کو خاموش کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اور یہ دشمن اپنی ہر ممکن کوشش کے باوجود اس جماعت کو نہ مٹا سکے، اس کا پیغام سورج کی روشنی کی طرح اس عالم کو منور کرتا چلا گیا۔

عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
(اقبالؔ)

عشق جب سکھاتا ہے آدابِ خدا آگاہی

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ظاہری طور پر اتنی کمزور جماعت جس کے پاس کسی بھی طرح کے مادی وسائل نہیں تھے، اپنے اتنے طاقتور دشمن پر کس طرح حاوی آگئی؟ چند غلاموں، بوڑھوں اور لڑکوں نے اول عرب کے نامور سرداروں کو خاک میں ملا دیا، پھر عرب کے صحرا سے نکل کر ایران وروم کی حکومتوں کو تہ وبالا کر ڈالا، ایسی حکومتوں کو جن کا ثانی دنیا میں نہیں تھا۔

اس کے بہت سے جواب مل سکتے ہیں جیسے:

اسلام دین فطرت ہے اس لئے جلد ہی اس نے لوگوں کی طبیعت کو متاثر کر لیا!
یہ دین حق ہے اس لئے اللہ نے اپنے بندوں کی غیبی مدد فرمائی! جاہلی دور کے لوگوں کے اخلاق اور کردار نہایت پست تھے اس لئے بلند کردار مسلمانوں کے مقابلے پر نہ ٹک سکے! دشمن اسلام بے دین اور بے عمل تھے اس لئے وہ اسلام کی ضرب کو برداشت نہ کر سکے! یا اسی طرح کے اور بہت سے جوابات مل سکتے ہیں، یہ سب باتیں درست، لیکن ان سب باتوں سے بلند کوئی اور ہی چیز ہے جس نے اسلام کو مشرق بعید میں انڈونیشیا اور فلپائن تک اور مغرب میں امریکہ تک پہنچا دیا، اور وہ چیز "محبت رسول ﷺ" کے سوا کچھ اور نہیں ہے اور اس محبت کی بدولت ہی پوری دنیا ان کے قدموں میں تھی:

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خدا آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
(اقبالؔ)

محبت رسول میں صحابہ کی حالت

دراصل اس محبت رسول ﷺ نے ایک ایسی جماعت تشکیل دی تھی جن کی زندگی کا حاصل محمد ﷺ !۔۔۔محمد ﷺ !!! کے سوا کچھ نہ تھا، یہ ایک ایسا گروہ تھا جو فنا فی الرسول تھا، ان کا کردار اُسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں پوری طرح ڈھل گیا تھا انہوں نے اپنی زندگیوں کا شعار رسول اللہ ﷺ کے اس قول کو بنالیا تھا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ
مِنْ وَّالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.

"جب تک تم اپنے باپ، اپنے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرنے لگو، تب تک تم مومن نہیں ہو سکتے"۔

شوق اگر ترانہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب!

(اقبال)

اور وہ لوگ واقعی ایمان کے اس درجہ کو پہنچ چکے تھے، حضرت ابو بکرؓ کا حقیقی بیٹا عبدالرحمٰن بن ابی بکر کفار کے ساتھ بدر کے میدان میں موجود تھا، جب حضرت ابو بکرؓ کی نظر اس پر پڑی تو تلوار لے کر اس کے قتل کو لپکے اور پکارا کہ "اے اللہ کے دشمن سن!" مگر رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے پر آپ اس کے قتل سے باز رہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کر ڈالا، اسی میدان میں حضرت ابو حذیفہؓ نے اپنے باپ عتبہ بن ربیعہ کو مقابلے کے لئے طلب کیا، مگر وہ سامنے نہ آیا، عاص بن ہشام حضرت عمرؓ کا حقیقی ماموں تھا جب وہ ان کی زد میں آیا تو پکارا "اَنْتَ یَا ابْنَ اُخْتِیْ!" (میرے بھانجے کیا تو مجھے قتل کریگا؟) تو حضرت عمرؓ نے کہا: "نَعَمْ یَا عَدُوَّ اللہ" (ہاں اے اللہ کے دشمن) اور اس کا کام تمام کر ڈالا، حضرت عمیرؓ بن امیہ کی بہن ان کے سمجھانے پر بھی رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے سے باز نہ آئی تو انہوں نے اس کافر کو قتل کر ڈالا، ان کے خون کی محبت عشق رسول ﷺ کے مقابلے میں کہاں ٹکنے والی تھی۔

مکتبِ عشق کے انداز

یہ محبت ان کے رگ و پے میں سما چکی تھی، قول رسول کا اتنا پاس تھا کہ جو لفظ زبان مبارک سے نکلتا اس کا پورا کرنا ان کا ایمان بن چکا تھا، رسول اللہ ﷺ کی رضا ان کا نصب العین تھا، آپ کی دل جوئی ان کی زندگیوں کا مقصد تھا، رسول کا دشمن ان کا دشمن تھا اور رسول کا دوست ان کا دوست تھا، جس چیز سے رسول اللہ ﷺ محبت کرتے تھے اس سے یہ بھی محبت کرتے تھے، جس سے رسول اللہ ﷺ نفرت کرتے تھے اس سے یہ بھی نفرت کرتے تھے، آپ ﷺ کے وضو کا پانی ان کے لئے آب حیات تھا اور آپ کا لعاب دہن انہیں شفاء بخشتا تھا، جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو عورتیں آپ کی سلامتی کی دعائیں مانگتیں اور بخیریت لوٹنے کے لئے منتیں اور نذریں مانتی تھیں، ان کی زندگی کی کل کائنات بس رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیٓں وہی طٰہٰ

(اقبال)

ابوذر غفاری کی حالت

آپ کی تکلیفوں کا خیال کر کے ہی یہ لوگ رو دیتے تھے، دنیا کی دولت اور عیش و نعم جب ان کی زندگیوں میں عام ہوئے تو وہ صرف اسی خیال سے روتے تھے کہ یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں میسر نہ آیا آپ ﷺ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھا سکے تو پھر ہم یہ عمدہ غذائیں کیوں کھائیں، رسول اللہ ﷺ نے چٹائی پر لیٹ کر زندگی بسر کی تو ہم آرام دہ بستر کیوں استعمال کریں، حضرت ابوذر غفاریؓ کو ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے کھانے پر بلایا، آپ نے جب دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے لگتے دیکھے تو فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک صاع فی ہفتہ کھانے والا یہ عمدہ غذائیں کھا کر اپنے اس خلیل ﷺ کو کیا منہ دکھائے گا۔

تین سو تیرہ غالب کیسے

اُسوۂ رسول ﷺ کی پابندی کا خیال یہ زندگی کے ہر میدان میں رکھتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے اوصافِ حسنہ ان کی زندگی میں پوری طرح اُتر چکے تھے امانت و دیانت، عدل و انصاف، ایثار و قربانی، حق گوئی و بے باکی، عفو و درگزر، عفت و پاکبازی، شرم و حیا، عدل و انصاف ان کی زندگی میں رچ گئے تھے، یہی وجہ تھی کہ تین سو تیرہ افراد کی بے سروسامان ایک مختصر جماعت، جس میں بوڑھوں بچوں اور غلاموں کی کثرت تھی، بدر کے میدان میں ایک ہزار جنگجو لوگوں پر، جو ہر طرح کے سامانِ حرب سے لیس تھے، بھاری ثابت ہوئی۔

یہ محبت رسول ﷺ ہی کا پیدا کیا ہوا جوش تھا کہ جب آپ ﷺ بدر میں لشکر کو ترتیب دیتے ہیں تو بچے اپنا لمبا قد ظاہر کرنے کے لئے ایڑیاں اُٹھا لیتے ہیں اور بوڑھے اپنا سینہ پھلا کر اکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، صرف اس لئے کہ کہیں ان کی کمزوری کی بنا پر انہیں جنگ کی شرکت سے روک نہ دیا جائے اور وہ اپنے محبوب کی حفاظت میں جان دینے سے محروم نہ رہ جائیں، اُحد کے میدان میں وقتی طور پر کفار غالب آجاتے ہیں، ان کی بھرپور کوشش ہے کہ شمع نبوت کی اس لو کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیں، مگر پروانے اس شمع کے گرد جمع ہیں محبت کی آگ میں خود کو خاکستر کئے ڈالتے ہیں۔ حضرت ابو دجانہ انصاریؓ ہیں کہ دشمن کے تیروں کی طرف اپنی پشت کر کے اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کوئی تیر رسول اللہ کو نقصان نہ پہنچا دے یہاں تک کہ اُن کی کمر چھلنی ہو جاتی ہے اور گر پڑتے ہیں حضرت مصعبؓ بن عمیر نشانِ رسول کو بلند کئے ہوئے ہیں، دشمن کے وار سے ہاتھ کٹ جاتا ہے تو دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں، جب وہ ہاتھ بھی کٹ جاتا ہے تو دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں سے نشان کو سینے سے لگا کر تھام لیتے ہیں اور جب تک دشمن ان کو شہید نہیں کر دیتا تب تک علمِ رسول ﷺ کو بلند ہی رکھتے ہیں، حضرت طلحہؓ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے تو اس خوف سے ڈھال اُٹھانے کے لئے نہیں جھکتے کہ کہیں وہ جھکیں اور کوئی وار ان کے محبوب ﷺ پر ہو جائے، ہر وار کو اپنے ہاتھ پر ہی روکتے ہیں یہاں تک کہ اس عاشقِ صادق کا ہاتھ زخموں سے شل ہو جاتا ہے۔

ابوالکلام کی دادِ تحسین

جن شیدائیوں نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر اس طرح نثار کرنے کا فیصلہ کیا ان کے مقدر پر رشک کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے ان الفاظ میں ان کو دادِ تحسین دی ہے:۔

"پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق اور شیفتگی کے لئے رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض کے محبوب ﷺ کو چنا اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمۃ اللعالمین کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں۔

انہوں نے اپنے عشق و شیفتگی کے لئے اس کی محبوبیت کو دیکھا جسے خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا اور ان کی زبانوں نے اس کی مدح و ثنا کی، جس کی مدح و ثنا میں خود خدا کی زبان، اس کے ملائکہ اور قدسیوں کی زبان اور کائناتِ ارض کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان، ان کی شریک و ہم نوا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ترجمہ: اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ان پر صلوٰۃ و سلام بھیجو، اچھا سلام

"بلاشبہ محبتِ نبوی اور عشقِ محمدی ﷺ کے یہ پاک ولولے اور یہ مخلصانہ ذوق و شوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو، کم ہے، تمہارا یہ عشق الٰہی ہے، تمہاری یہ محبت ربانی ہے، تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادات اور راست بازی کا سرچشمہ ہے تم اس وجودِ مقدس و مطہر ﷺ سے محبت رکھتے ہو، جس کو تمام کائناتِ انسانی میں تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کے لئے چن لیا اور محبوبیتِ عالم کا خلعتِ اعلیٰ صرف اسی کے وجودِ اقدس ﷺ پر راس آیا کہ ارض

کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو کہی جاسکتی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جا سکتا ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ مدح وثنا جو زبان پر آسکتی ہے، غرض انسان کی زبان، انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی ہے اور کرسکتی ہے وہ سب کا سب صرف اسی انسان کامل واکمل ﷺ کے لئے ہے اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں"۔ (رسالہ "البلاغ" جنوری ۱۹۱۶ء)

لازم ہے ایمانِ خلیل

محمد ﷺ کے ان شیدائیوں کی زندگی سے کچھ واقعات جس سے اللہ کے ان پراسرار بندوں کے کردار کا اندازہ ہوسکتا، اللہ کے ان مخلص بندوں کی تعداد تو ہر آنے والے زمانے میں نسبتاً کم سے کم تر ہوتی گئی مگر ان کا فقدان کسی زمانے میں نہیں رہا، آج بھی اگر ہمیں کچھ پانا ہے تو اس ذوق وشوق کو زندہ وبیدار کرنا پڑے گا۔ اگر وہ ذوق وشوق اور تپش وگداز پیدا ہوجائے تو یقیناً ہم بھی محبان رسول ﷺ کی فہرست میں شامل ہوسکتے ہیں، ورنہ خالی دعویٰ سے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔

ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیل"
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن
(اقبال)

فصل نمبر ۲

جشن عید

نبی کریم ﷺ سے محبت کا خالی دعویٰ ہمیں اتباع سنت کی شاہراہ سے کوسوں دور مختلف بدعات ورسومات کی طرف دھکیلتا ہے، آئندہ چند صفحات میں انہی بدعات ورسومات کا جائزہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

ربیع الاول کا مہینہ گویا عشاق رسول کے لئے جشن بہاراں سے کم نہیں حضور ﷺ کی ولادت ووفات کے اس ماہ میں ہمارے معاشرہ میں محبت نبوی ﷺ کا دم بھرنے والے کس قسم کی بدعات ورسومات کو ادا کرتے ہوئے حدود شرعیہ سے تجاوز کرجاتے ہیں ذیل میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ کی تصنیف "اختلافِ اُمت اور صراط

مستقیم" سے چند اقتباسات جو کہ اپنے موضوع پر کافی شافی ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

۱۲ ربیع الاول کو آنحضرت سرور عالم ﷺ کا "جشن عید" منایا جاتا ہے۔ اور آج کل اسے اہل سنت کا خاص شعار سمجھا جانے لگا ہے، اس کے بارے میں بھی چند ضروری نکات پیش خدمت ہیں۔

آپ ﷺ کے شب وروز

آنحضرت ﷺ کا ذکر خیر ایک اعلیٰ ترین عبادت بلکہ روح ایمان ہے، آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ سرمہ چشم بصیرت ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت آپ ﷺ کی صغرسنی۔ آپ ﷺ کا شباب، آپ ﷺ کی بعثت، آپ ﷺ کی دعوت، آپ ﷺ کا جہاد، آپ ﷺ کی قربانی، آپ ﷺ کا ذکروفکر، آپ ﷺ کی عبادت ونماز، آپ ﷺ کے اخلاق وشمائل، آپ ﷺ کی صورت وسیرت، آپ ﷺ کا زہدوتقویٰ، آپ ﷺ کا علم وخشیت، آپ ﷺ کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، آپ ﷺ کی صلح وجنگ، خفگی وغصہ، رحمت وشفقت، تبسم ومسکراہٹ الغرض آپ ﷺ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت وسکون امت کے لئے اُسوہ حسنہ اور اکسیر ہدایت ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا مذاکرہ کرنا، دعوت دینا امت کا فرض ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ ﷺ کی طرف منسوب شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ

اسی طرح آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ بھی عبادت ہے، آپ ﷺ کے احباب واصحاب، ازواج واولاد، خدام وعمال، آپ ﷺ کا لباس وپوشاک، آپ ﷺ کے ہتھیاروں، آپ ﷺ کے گھوڑوں، خچروں اور ناقہ کا تذکرہ بھی عین عبادت ہے کیوں کہ یہ دراصل ان چیزوں کا تذکرہ نہیں بلکہ آپ ﷺ کی نسبت کا تذکرہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حیات طیبہ کے دو حصے

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے دو حصے ہیں، ایک ولادت شریفہ سے لیکر قبل از نبوت تک کا، اور دوسرا بعثت سے لیکر وصال شریف تک کا پہلے حصہ کے جستہ جستہ بہت

سے واقعات حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں اور حیات طیبہ کا دوسرا حصہ۔۔۔۔ جسے قرآن کریم نے امت کے لئے ''اُسوہ حسنہ'' فرمایا ہے۔۔۔۔اس کا مکمل ریکارڈ حدیث وسیرت کی شکل میں محفوظ ہے۔ اور اس کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ آپ ﷺ باہمہ خوبی وزیبائی گویا ہماری آنکھوں کے سامنے چل پھر رہے ہیں، اور آپ ﷺ کے جمال جہاں آرا کی ایک ایک ادا اس میں صاف جھلک رہی ہے۔

بلا مبالغہ یہ اسلام کا عظیم ترین اعجاز اور اس امت مرحومہ کی بلند ترین سعادت ہے کہ ان کے پاس ان کے محبوب ﷺ کی زندگی کا پورا ریکارڈ موجود ہے، اور وہ ایک ایک واقعہ کے بارے میں دلیل وثبوت کے ساتھ نشاندہی کرسکتی ہے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟۔۔۔۔۔اس کے برعکس آج دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جن کے پاس ان کے ہادی کی زندگی کا صحیح اور مستند ریکارڈ موجود ہو۔۔۔۔یہ نکتہ ایک مستقل مقالے کا موضوع ہے، اس لئے یہاں صرف اسی قدر اشارے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

سیرت طیبہ بیان کرنے کے دو طریقے

آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کو بیان کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ایک ایک نقشے کو اپنی زندگی کے ظاہر وباطن پر اس طرح آویزاں کیا جائے کہ آپ ﷺ کے ہر اُمتی کی صورت وسیرت، چال ڈھال، رفتار وگفتار، اخلاق وکردار آپ ﷺ کی سیرت کا مرقع بن جائے، اور دیکھنے والے کو نظر آئے کہ یہ محمد رسول ﷺ کا غلام ہے۔۔۔۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی موقعہ ملے آنحضرت ﷺ کے ذکر خیر سے ہر مجلس ومحفل کو معمور ومعطر کیا جائے، آپ ﷺ کے فضائل وکمالات اور آپ ﷺ کے بابرکت اعمال واخلاق اور طریقوں کا تذکرہ کیا جائے، اور آپ ﷺ کی زندگی کے ہر نقش قدم پر مرمٹنے کی کوشش کی جائے، سلف صالحین صحابہ وتابعین اور ائمہ ہدیٰ ان دونوں طریقوں پر عامل تھے، اور آنحضرت ﷺ کی ایک ایک سنت کو اپنے عمل سے زندہ کرتے تھے اور ہر محفل ومجلس میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کرتے تھے۔

فاروق اعظمؓ کا آخری لحات میں بھی اتباع سنت

آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ ان کے آخری لحات حیات میں ایک نوجوان ان کی عیادت کے لئے آیا، واپس جانے لگا تو حضرت نے فرمایا برخوردار تمہاری چادر ٹخنوں سے نیچی ہے، اور یہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔۔۔۔ان کے صاحبزادے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کے اپنانے کا اس قدر شوق تھا کہ جب حج پر تشریف لے جاتے تو جہاں آنحضرت ﷺ نے اپنے سفر حج میں پڑاؤ کیا تھا وہاں اترتے جس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا اس درخت کے نیچے آرام کرتے، اور جہاں آنحضرت ﷺ فطری ضرورت کے لئے اترے تھے، خواہ تقاضا نہ ہوتا تب بھی وہاں اُترتے، اور جس طرح آنحضرت ﷺ بیٹھے تھے اس کی نقل اتارتے۔۔۔۔۔رضی اللہ عنہ یہی عاشقان رسول تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے دم قدم سے آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ صرف اوراق کتب کی زینت نہیں رہی بلکہ جیتی جاگتی زندگی میں جلوہ گر ہوئی، اور اس کو بوئے عنبرین نے مشام عالم کو معطر کیا، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ بہت سے ایسے ممالک میں پہنچے جن کی زبان نہیں جانتے تھے۔ نہ وہ ان کی لغت سے آشنا تھے، مگر انکی شکل وصورت، اخلاق وکردار اور اعمال ومعاملات کو دیکھ کر علاقوں کے علاقے اسلام کے حلقہ بگوش اور جمال محمدی ﷺ کے غلام بے دام بن گئے یہ سیرت نبوی کی کشش تھی جس کا پیغام ہر مسلمان اپنے عمل سے دیتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور ﷺ کا حقیقی حق

سلف صالحین نے کبھی سیرت النبی کے جلسے نہیں کیے، اور نہ میلاد کی محفلیں سجائیں، اس لئے کہ وہاں ''ہر روز'' روز عید اور ہر شب ''شب برأت'' کا قصہ تھا، ظاہر ہے کہ جب ان کی پوری زندگی ''سیرت النبی'' کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، جب ان کی ہر محفل ومجلس کا موضوع ہی سیرت طیبہ تھا، اور جب ان کا ہر قول وعمل سیرت النبی کا مدرسہ تھا تو ان کو اس نام کے جلسوں کی نوبت کب آسکتی تھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ کو آنحضرت ﷺ کے مبارک دور سے بعد ہوتا گیا عمل کے بجائے قول کا اور کردار کے بجائے گفتار کا

سکہ چلنے لگا۔۔۔۔ الحمد اللہ یہ اُمت کبھی بانجھ نہیں ہوئی۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں جو آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے گیسو وکاکل سنوارتے ہیں، اور ان کے لئے محبوب ﷺ کی ایک ایک سنت ملک سلیمان اور گنج قارون سے زیادہ قیمتی ہے، لیکن شرمساری کے ساتھ یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ ایسے لوگ کم ہیں جب کہ ہم میں سے اکثریت بدنام کنندہ گوڑوں اور نعرہ بازوں کی ہے جو سال میں ایک دو بار سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نعرے لگا کر یہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ان کے ذمہ ان کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق تھا وہ قرض انہوں نے پورا ادا کردیا، اور اب ان کے لئے شفاعت واجب ہو چکی ہے، مگر ان کی زندگی کے کسی گوشے میں دور دور تک سیرت طیبہ کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی، آنحضرت ﷺ کی پاک سیرت کے ایک ایک نشان کو انہوں نے اپنی زندگی کے دامن سے کھرچ کھرچ کر صاف کر ڈالا ہے، اور روزمرہ نہیں بلکہ ہر لمحہ اس کی مشق جاری رہتی ہے، مگر ان کے پتھر دل کو کبھی احساس تک نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی سنتوں اور اپنے طریقوں کے مٹنے سے کتنی تکلیف اور اذیت ہوتی ہوگی، وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ بس قوالی کے دو چار نغمے سنے، نعت شریف کے دو چار شعر پڑھنے سے آنحضرت ﷺ کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

میلاد النبی کا پس منظر

میلاد کی محفلوں کے وجود سے امت کی چھ صدیاں خالی گزرتی ہیں اور ان چھ صدیوں میں جیسا کہ مسلمانوں نے کبھی ''سیرت النبی'' کے نام سے کوئی جلسہ یا ''میلاد'' کے نام سے کوئی محفل نہیں سجائی، ''محفل میلاد'' کا آغاز سب سے پہلے ۶۰۴ھ میں سلطان ابو سعید مظفر اور ابو الخطاب ابن دحیہ نے کیا، جس میں تین چیزیں بطور خاص ملحوظ تھیں،

(۱) بارہ ربیع الاول کی تاریخ کا تعین،

(۲) علماء وصلحاء کا اجتماع،

(۳) اور ختم محفل پر طعام کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب،

ان دونوں صاحبوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس قماش کے آدمی تھے؟ بعض مؤرخین نے ان کو فاسق وکذاب لکھا ہے، اور بعض نے عادل وثقہ، واللہ اعلم۔

جب یہ نئی رسم نکلی تو علمائے امت کے درمیان اس کے جواز وعدم جواز کی بحث چلی، علامہ فاکہانی ؒ اور ان کے رفقاء نے ان خود ساختہ قیود کی بنا پر اس میں شرکت سے عذر کیا اور اسے ''بدعت سیئہ'' قرار دیا، اور دیگر۔۔۔۔ علماء نے سلطان کی ہم نوائی کی، اور ان قیود کو مباح سمجھ کر اس کے جواز واستحسان کا فتویٰ دیا جب ایک بار یہ رسم چل نکلی تو صرف ''علماء صلحاء کے اجتماع'' تک محدود نہ رہی بلکہ عوام کے دائرے میں آکر ان کی نئی نئی اختراعات کا تختہ مشق بنتی چلی گئی، آج ہمارے سامنے عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو ترقی یافتہ شکل موجود ہے (اور ابھی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں مزید کتنی ترقی مقدر ہے) اب ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے۔

مروجہ میلاد النبی کا شرعی جائزہ

سب سے پہلے دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ جو فعل صحابہ وتابعین کے زمانے میں کبھی نہیں ہوا بلکہ جس کے وجود سے اسلام کی چھ صدیاں خالی چلی آئی ہیں، آج وہ ''اسلام کا شعار'' کہلاتا ہے، اس شعار اسلام کو زندہ کرنے والے ''عاشقان رسول'' کہلاتے ہیں۔ اور جو لوگ اس نو ایجاد شعار اسلام سے نا آشنا ہوں ان کو۔۔۔۔ دشمنان رسول تصور کیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کاش! ان حضرات نے کبھی یہ سوچا ہوتا کہ چھ صدیوں کے جو مسلمان ان کے اس خود تراشیدہ شعار اسلام سے محروم رہے ہیں ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ کیا وہ سب نعوذ باللہ دشمنان رسول تھے؟ اور پھر انہوں نے اس بات پر کبھی غور کیا ہوتا کہ اسلام کی تکمیل کا اعلان تو حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہو گیا تھا، اس کے بعد وہ کونسا پیغمبر آیا تھا جس نے ایک ایسی چیز کو ان کے لئے شعار اسلام بنادیا، جس سے چھ صدیوں کے مسلمان نا آشنا تھے؟۔ کیا اسلام میرے یا کسی کے ابا کے گھر کی چیز ہے کہ جب چاہو اس کی کچھ چیزیں حذف کردو، اور جب چاہو اس میں کچھ اور چیزوں کا اضافہ کرڈالو؟

برسی منانے کی رسم

دراصل اسلام سے پہلے قوموں میں اپنے بزرگوں اور بانیان مذہب کی برسی منانے کا معمول ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر

"عید میلاد" منائی جاتی ہے، اس کے برعکس اسلام نے برسی منانے کی رسم کو ختم کر دیا تھا اور اس میں دو حکمتیں تھیں، ایک یہ کہ سالگرہ کے موقع پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اسلام کی دعوت اور اس کی روح و مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، اسلام اس ظاہری سج دھج، نمود و نمائش اور نعرہ بازی کا قائل نہیں، وہ اس شور و شغب اور ہاؤ ہو سے ہٹ کر اپنی دعوت کا آغاز دلوں کی تبدیلی سے کرتا ہے، اور عقائد حقہ، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی تربیت سے "انسان سازی" کا کام کرتا ہے۔ اس کی نظر میں یہ ظاہری مظاہرے ایک کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتے جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ع "جگمگاتے در و دیوار دل بے نور ہیں"

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح کسی خاص موسم میں برگ و بار نہیں لاتا، بلکہ وہ تو ایسا سدا بہار شجرہ طوبیٰ ہے، جس کا پھل اور سایہ دائم و قائم ہے۔ گویا اس کے بارے میں قرآنی الفاظ میں "اکلھا دائم وظلھا" کہنا بجا ہے، اس کی دعوت اور اس کا پیغام اور کسی خاص تاریخ کا مرہون منت نہیں بلکہ آفاق و ازمان کو محیط ہے۔

کس کس ہستی کا دن منایا جائے

اور پھر دوسری قوموں کے پاس تو دو چار ہستیاں ہوں گی جن کی سالگرہ منا کر وہ فارغ ہو جاتی ہیں، اس کے برعکس اسلام کے دامن میں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ایسی قد آور ہستیاں موجود ہیں جو ایک سے ایک بڑھ کر ہیں اور جن کی عظمت کے سامنے آسمان کی بلندیاں ہیچ اور نورانی فرشتوں کا تقدس گرد راہ ہے، اسلام کے پاس کم و بیش سوا لاکھ کی تعداد تو انبیاء کی ہے۔۔۔ جو انسانیت کے ہیرو ہیں اور جن میں سے ایک ایک کا وجود کائنات کی ساری چیزوں پر بھاری ہے۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام کا قافلہ ہے ان کی تعداد بھی سوا لاکھ سے کیا کم ہوگی؟ پھر ان کے بعد ہر صدی کے وہ لاکھوں اکابر اولیاء اللہ ہیں جو اپنے اپنے وقت میں رشد و ہدایت کے مینارۂ نور تھے اور جن کے آگے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں، اب اگر اسلام شخصیتوں کی سالگرہ منانے کا دروازہ کھول دیتا تو غور کیجئے اس اُمت کو سال بھر میں سالگرہوں کے علاوہ کسی اور کام لے لئے ایک لمحہ کی بھی فرصت ہوتی؟۔۔۔

یوم ولادت کا جشن بدعت و گمراہی

چونکہ یہ چیز ہی اسلام کی دعوت اور اس کے مزاج کے خلاف تھی اس لئے آنحضرت ﷺ صحابہ و تابعین کے بعد چھ صدیوں تک امت کا مزاج اس کو قبول نہ کر سکا۔ اگر آپ نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلامی تاریخ میں چھٹی صدی وہ زمانہ ہے جس میں فرزندان تثلیث نے صلیبی جنگیں لڑیں اور مسیحیت کے ناپاک اور منحوس قدموں نے عالم اسلام کو روند ڈالا ادھر مسلمانوں کا اسلامی مزاج داخلی و خارجی فتنوں کی مسلسل یلغار سے کمزور پڑ گیا تھا۔ ادھر مسیحیت کا عالم اسلام پر فاتحانہ حملہ ہوا اور مسلمانوں میں مفتوح قوم کا سا احساس کمتری پیدا ہوا، اس لئے عیسائیوں کی تقلید میں یہ قوم بھی سال بعد اپنے مقدس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے "یوم ولادت" کا جشن منانے لگی یہ قوم کے کمزور اعصاب کی تسکین کا ذریعہ تھا تاہم جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اُمت کے مجموعی مزاج نے اس کو قبول نہیں کیا، بلکہ ساتویں صدی کے آغاز سے لیکر آج تک علمائے اُمت نے اسے "بدعت" قرار دیا اور اسے "ہر بدعت گمراہی ہے" کے زمرے میں شمار کیا۔

تیسری عید۔۔۔۔ دین میں کھلی تحریف

اگرچہ "میلاد" کی رسم ساتویں صدی کے آغاز سے شروع ہو چکی تھی اور لوگوں نے اس میں بہت سے امور کے اضافے بھی کئے لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اسے "عید" کا نام دیتا، مگر اب چند سالوں سے اس سالگرہ کو "عید میلاد النبی ﷺ" کہلانے کا شرف بھی حاصل ہو گیا ہے۔

دنیا کا کون سا مسلمان اس سے ناواقف ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے لئے "عید" کے دو دن مقرر کئے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اگر آنحضرت ﷺ کے یوم ولادت کو بھی "عید" کہنا صحیح ہوتا، اور اسلام کے مزاج سے یہ چیز کوئی مناسبت رکھتی تو آنحضرت ﷺ خود ہی اس کو عید قرار دے سکتے تھے، اور اگر آنحضرت ﷺ کے نزدیک یہ پسندیدہ چیز ہوتی تو آپ ﷺ نہ سہی، خلفائے راشدینؓ ہی آپ ﷺ کے یوم ولادت کو "عید" کہہ کر "جشن عید میلاد النبی ﷺ" کی طرح ڈالتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں

کیا، اس سے دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں یا یہ کہ ہم اس کو ''عید'' کہنے میں غلطی پر ہیں، یا نعوذ باللہ ہمیں تو آنحضرت ﷺ کے یوم ولادت کی خوشی ہے مگر صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کو کوئی خوشی نہیں تھی، انہیں آپ ﷺ سے اتنا عشق بھی نہیں تھا جتنا ہمیں ہے۔۔۔

وفات کے دن خوشی کیسی

ستم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تاریخ ولادت میں تو اختلاف ہے، بعض ۹ ربیع الاول بتاتے ہیں، بعض ۸ ربیع الاول، اور مشہور بارہ ربیع الاول ہے، لیکن اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات شریفہ ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہوئی۔۔۔ گویا ہم نے ''جشن عید'' کے لئے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں آنحضرت ﷺ دنیا سے داغ مفارقت دے گئے اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ تم لوگ ''جشن عید'' آنحضرت ﷺ کی ولادت طیبہ پر مناتے ہو؟ یا آنحضرت ﷺ کی وفات کی خوشی میں؟ (نعوذ باللہ) تو شائد ہمیں اس کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔

بہر حال میں اس دن کو ''عید'' کہنا معمولی بات نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو صاف صاف تحریف فی الدین سمجھتا ہوں، اس لئے کہ ''عید'' اسلامی اصطلاح ہے اور اسلامی اصطلاحات کو اپنی خود رائی سے غیر منقول جگہوں پر استعمال کرنا دین میں تحریف ہے۔

ظلم پر ظلم

اور پھر یہ ''عید'' جس طرح آنحضرت ﷺ کی شان کے مطابق منائی جاتی ہے وہ بھی لائق شرم ہے، بے ریش لڑکے غلط سلط نعتیں پڑھتے ہیں، موضوع اور من گھڑت قصے کہانیاں جن کا حدیث وسیرت کی کسی کتاب میں کوئی وجود نہیں، بیان کی جاتی ہیں، شور وشغب ہوتا ہے، نمازیں غارت ہوتی ہیں اور نا معلوم کیا کیا ہوتا ہے۔

کاش! آنحضرت ﷺ کے نام پر جو ''بدعت'' ایجاد کی گئی تھی اس میں کم از کم آپ ﷺ کی عظمت وتقدس ہی کو ملحوظ رکھا جاتا۔

غضب یہ کہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان خرافاتی محفلوں میں بنفس نفیس

تشریف بھی لاتے ہیں۔۔۔ فیا غربة الاسلام! (ہائے اسلام کی بیچارگی!)

بیت اللہ اور روضہ اطہر کی شبیہ

اب میں اس ''عید میلاد النبی ﷺ'' کا آخری کارنامہ عرض کرتا ہوں، کچھ عرصے سے ہمارے کراچی میں ''عید میلاد النبی ﷺ'' کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے، اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں، لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔۔۔ اور ''بیت اللہ'' کی خود ساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں۔۔۔ اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور علماء کی نگرانی میں کرایا جارہا ہے۔ فیا اسفاہ!

''جشن عید میلاد'' کی باقی ساری چیزوں کو چھوڑ کر اسی ایک منظر کا جائزہ لیجئے کہ اس میں کتنی قباحتوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا گیا ہے۔

قباحت اول

اس پر جو ہزاروں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے یہ محض اسراف وتبذیر اور فضول خرچی ہے آپ ملا علی قاریؒ کہ آنحضرت ﷺ نے قبروں پر چراغ اور شمع جلانے والوں پر اس لئے لعنت فرمائی ہے کہ یہ فعل عبث ہے۔ اور خدا کے دیئے ہوئے مال کو مفت ضائع کرنا ہے ذرا سوچئے! جو مقدس نبی (ﷺ) قبر پر ایک چراغ جلانے کو فضول خرچی کی وجہ سے ممنوع اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیتا ہے اس کا ارشاد ان ہزاروں لاکھوں روپے کی فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ فضول خرچی وہ غربت زدہ قوم کر رہی ہے جو روٹی، کپڑا، مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہے۔ اس فضول خرچی کے بجائے اگر یہی رقم آنحضرت ﷺ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لئے غرباء ومساکین کو چپکے سے نقد دے دی جاتی تو نمائش تو بلاشبہ نہ ہوتی مگر اس رقم سے سینکڑوں اُجڑے گھر آباد ہو سکتے تھے۔ ان سینکڑوں بچیوں کے ہاتھ پیلے کئے جاسکتے تھے جو اپنے والدین کے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ فضول خرچی اس قوم کے رہنماؤں کو بجتی ہے جس کے بہت سے افراد وخاندان نان شبینہ سے محروم اور جان وتن کا رشتہ قائم رکھنے سے قاصر ہوں؟ اور پھر یہ سب کچھ کیا بھی جارہا ہے کس بستی

کے نام پر؟ جو خود تو پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے، مگر جانوروں تک کی بھوک پیاس سے تڑپ جاتے تھے۔ آج کمیونزم اور لادین سوشلزم، اسلام کو دانت دکھا رہا ہے، جب ہم دنیا کی مقدس ترین ہستی۔۔۔۔ کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلیں گے تو لادین طبقے دین کے بارے میں کیا تاثر لیں گے؟ فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن کریم نے "اخـــوان الشیاطین" فرمایا تھا، مگر ہماری فاسد مزاجی نے اس کو اعلیٰ ترین نیکی اور اسلامی شعار بناڈالا تھا۔

ع "بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیت"

قباحت دوم

دوسرے اس فعل میں شیعوں اور رافضیوں کی تقلید ہے، آپ کو معلوم ہے کہ رافضی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے اور اس موقعہ پر تعزیہ، علم، دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں، انہوں نے جو کچھ حسینؓ اور آل رسول اللہ ﷺ کے نام پر کیا وہی ہم نے خود رسول اللہ ﷺ کے نام پر کرنا شروع کردیا، انصاف کیجئے کہ اگر رسول اللہ کے روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سوانگ بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضہ اطہر اور بیت اللہ کا سا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دلدل کا سوانگ رچانا کیوں غلط ہے؟ افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی ہم نے ان کی تقلید کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کی کوشش کی۔

قباحت سوم

تیسرے اس بات پر بھی غور کیجئے کہ روضہ اطہر اور بیت اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے وہ شیعوں کے تعزیہ کی طرح محض جعلی اور مصنوعی ہے جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ دیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس مصنوعی سوانگ میں اصل روضہ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کسی درجہ میں تقدس پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں تو اس فعل کے محض لغو اور عبث ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ اثر آجاتا تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضہ مقدسہ اور بیت اللہ شریف سے تقدس اور برکت کا اعتقاد رکھنا اسلام کی علامت ہے یا جاہلیت کی اور پھر

روضہ شریف اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ کر دینا کیا ان کی توہین نہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ کی تصویر بادشاہ نہیں ہوتی نہ کسی عاقل کے نزدیک اس میں بادشاہ کا کوئی کمال ہوتا ہے، اس کے باوجود بادشاہ کی تصویر کی توہین کو قانون کی نظر میں لائق تعزیر جرم تصور کیا جاتا ہے۔ اور اسے بادشاہ سے بغاوت پر محمول کیا جاتا ہے لیکن آج روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر کل اسے منہدم کرنے والوں کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

قباحت چہارم

جس طرح شیعہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں، اب رفتہ رفتہ عوام کالانعام اس نو ایجاد "بدعت" کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں۔ روضہ اطہر کی شبیہ پر درود و سلام پیش کیا جاتا ہے، اور بیت اللہ شریف کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہونے لگا ہے۔۔۔۔ گویا مسلمانوں کو حج و عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جانے کی ضرورت نہیں، ہمارے ان دوستوں نے گھر گھر میں روضے اور بیت اللہ بنا دیئے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا ہے اور طواف بھی ہوتا ہے۔ میرے قلم میں طاقت نہیں کہ میں اس فعل کی قباحت و شناعت اور ملعونیت کو ٹھیک ٹھیک واضح کرسکوں، ہمارے ائمہ اہل سنت کے نزدیک یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ کہ ایک زمانے میں ایک بدعت ایجاد ہوئی تھی کہ عرفہ کے دن جب حاجی حضرات عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لئے لوگ اپنے شہر کے کھلے میدان میں نکل جمع ہوتے اور حاجیوں کی طرح سارا دن دعاء و تضرع گریہ و زاری اور توبہ استغفار میں گزارتے۔۔۔ اس رسم کا نام "تعریف" یعنی عرفہ منانا رکھا گیا تھا۔۔۔ بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا رواج عام ہو جاتا تو کم از کم سال بعد تو مسلمانوں کو توبہ و استغفار کی توفیق ہو جایا کرتی، مگر ہمارے علمائے اہل سنت نے (اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) اس بدعت کی سختی سے تردید کی اور فرمایا:

اَلتَّعْرِيْفُ لَيْسَ بِشَيْئٍ. یعنی اس طرح عرفہ منانا بالکل لغو اور بیہودہ حرکت ہے۔

شیخ ابن نجیم صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں:

"چونکہ وقوف عرفات ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ طواف وغیرہ جائز نہیں، آپ دیکھتے ہیں طواف کعبہ کی مشابہت کے طور پر کسی اور مکان کا طواف جائز نہیں"۔ (ص ۶۷ اج ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا کہ "میری قبر کو عید نہ بنالینا" اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہود ونصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ یہی کیا تھا اور انہیں حج کی طرح عید اور موسم بنالیا تھا"۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

شیخ علی القاری رحمۃ اللہ شرح مناسک میں فرماتے ہیں کہ طواف کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لئے انبیاء اولیاء کے قبور کے گرد طواف کرنا حرام ہے، جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ وہ مشائخ وعلماء کی شکل میں ہوں" (بحوالہ الجنۃ لاہل السنۃ ص ۷)

اور البحر الرائق، کفایہ شرح ہدایہ اور معراج الدرایہ میں ہے کہ "جو شخص کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کا طواف کرے۔ اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے" (الجنۃ لاہل السنۃ ص ۷)

ان تصریحات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روضہ اطہر اور کعبہ شریف کا سوانگ بنا کر ان کے ساتھ اصل کا سا جو معاملہ کیا جاتا ہے ہمارے اکابر اہل سنت کی نظر میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ کہ "جشن عید میلاد" کے نام پر جو خرافات رائج کر دی گئی ہیں۔ اور جن میں ہر آئے سال مسلسل اضافہ کیا جا رہا ہے، یہ اسلام کی دعوت، اس کی روح اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہیں، میں اس تصور سے پریشان ہو جاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی روئداد جب آنحضرت ﷺ کی بارگاہ عالی میں پیش ہوتی ہوگی تو آپ ﷺ پر کیا گزرتی

ہوگی؟ اور اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا؟ بہرحال میں اس کو نہ صرف "بدعت" بلکہ "تحریف فی الدین" تصور کرتا ہوں۔

فصل نمبر ۳:

ایک ضروری تنبیہ

شانِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں ضرورت اعتدال

یہاں اس بات کی تنبیہ کرنی ضروری ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت کی آڑ میں راہ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے بارے میں ایسے اوصاف بیان کرتے ہیں جن کا ذکر نہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور نہ خود آنحضرت ﷺ نے بلکہ بعض لوگ تو اس بارے میں اس حد تک بے اعتدالی کا شکار ہوتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لئے ایسی صفات کا ذکر کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہیں۔

اگر ان حضرات کو ایسی بے اعتدالی سے منع کیا جائے تو وہ آنحضرت ﷺ سے بے پناہ محبت کے دعوے کو اپنی بے اعتدالی کے لئے وجہ جواز قرار دیتے ہیں اور منع کرنے والوں کو الزام دیتے ہیں کہ ان کے دل آنحضرت ﷺ کی محبت سے خالی ہیں۔

اور وہ خود اس حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تعریف میں مبالغہ آرائی اور دروغ گوئی سے روکا ہے۔ امام بخاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائی نہ کرنا جس طرح نصرانیوں نے ابن مریم علیہما السلام کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی۔ درحقیقت میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں تم (میرے بارے میں) کہو: "اللہ کا بندہ اور رسول۔

آنحضرت ﷺ کی مدح وثنا میں راہ اعتدال سے تجاوز کرنے والے اس بات کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس بات سے شدت سے روکا کہ آپ کے لئے ایسی صفات ذکر کی جائیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مختص ہیں۔ جب ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ وہ ہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا اور آپ چاہیں گے تو آپ نے اس کو

ایسی بات کہنے پر سختی سے ڈانٹا۔

اسی طرح جب دو بچیوں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ کہا کہ: ''ہم میں وہ نبی ہے جو آنے والے کل کی باتوں کو جانتا ہے'' تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ایسی بات کہنے سے روک دیا۔

امام ابن ماجہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''میری شادی کی صبح رسول اللہ ﷺ (ہمارے ہاں) تشریف لائے۔ دو ننھی بچیاں جنگ بدر میں قربان ہونے والے میرے رشتہ داروں کے بارے میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ اسی دوران انہوں نے کہا: "وفینا نبی یعلم ما فی غد" (ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو کل کو ہونے والی بات سے آگاہ ہے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کیا کہہ رہی ہو؟ ایسے مت کہو، جو کچھ کل ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا''۔

اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی بات نہ کہو، اس سے پہلے جو بات کہہ رہی تھی وہ ہی کہتی جاؤ''۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بعض دعوے دار آپ کی قسم کھاتے ہوئے کہتے ہیں: ''نبی ﷺ کی قسم، رسول اللہ ﷺ کی قسم''۔ وہ اس بات کو فراموش کردیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، جس کسی نے قسم کھانی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے''۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کے دعوے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کے لئے ایسی صفات کا ذکر کیا جائے جن سے آپ نے خود روکا ہے، آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کی مبارک تمام سنتوں کو شب وروز کی زندگی میں زندہ کیا جائے اور اس کے برعکس جملہ بدعات ورسومات سے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی ان مہلک بیماریوں سے بچاجائے اللہ پاک ہم سب کو اتباع سنت کی اور اجتناب عن البدعۃ کی توفیق سے نوازے، آمین۔

باب نمبر ۶

روزمرہ کے مسنون اعمال

نیند سے جاگتے وقت کی سنتیں

سنت: نیند سے اُٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملنا تاکہ نیند کا خمار دور ہوجائے۔ (شمائل ترمذی)

سنت: جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھنا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ (شمائل ترمذی)

سنت: جب بھی آپ سوکر اُٹھیں تو مسواک کرنا (ابوداؤد)

ف: وضو میں دوبارہ مسواک کی جائے گی وہ علیحدہ مسنون ہے سوکر اُٹھتے ہی مسواک کرلینا علیحدہ سنت ہے،

پھر دیکھو نیند سے جاگنے کے بعد کپڑے پہنے ہوتے ہی ہیں لہذا کپڑے پہنتے وقت ان سنتوں کا آپ خیال رکھیں۔

سنت: پاجامہ یا شلوار پہنیں تو اول دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنئے! کرتا یا قمیص پہنیں تو پہلے داہنی آستین دائیں ہاتھ میں پہنئے پھر بائیں ہاتھ میں بائیں آستین پہنئے۔ اسی طرح صدری، اچکن، شیروانی وغیرہ داہنی طرف سے پہننا شروع کیجئے! ایسے ہی جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنئے اور جب اتاریں تو پہلے بائیں

طرف کا اُتاریئے (ترمذی) اور بدن کی پہنی ہوئی ہر چیز کا یہی مسنون طریقہ ہے

قضائے حاجت کی سنتیں

اس کے بعد عام طور پر صبح اُٹھنے کے بعد پیشاب پاخانے کی حاجت ہوتی ہے۔ لہذا جس وقت بھی یہ ضرورت پیش آئے مندرجہ ذیل سنتوں کا خیال رکھیں۔

سنت: پانی لینے کے لیے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈبوئیں بلکہ پہلے دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک تین مرتبہ دھولیں، تب پانی کے اندر ہاتھ ڈالیں (ترمذی)

سنت: استنجا کے لیے پانی اور ڈھیلے دونوں لے جائیں، تین ڈھیلے یا پتھر ہوں تو مستحب ہے، اگر پہلے سے بیت الخلاء میں انتظام کیا ہوا ہے تو کافی ہے، (ترمذی، بخاری، مسلم)

سنت: جناب رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو جوتا پہن کر جاتے اور سر ڈھک کر جاتے تھے۔ (ابن سعد)

سنت: بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دُعا پڑھیں بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (ترمذی)

سنت: بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اندر پہلے بایاں قدم رکھیں (ابن ماجہ)

سنت: جب بدن ننگا کریں تو آسانی کے ساتھ جتنا نیچا ہو کر کھول سکیں اتنا ہی بہتر ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

سنت: انگوٹھی یا کسی چیز پر قرآن شریف کی آیت یا رسول اللہ ﷺ کا نام اقدس لکھا ہوا ہو (اور وہ دکھائی دیتا ہو) اس کو اتار کر باہر ہی چھوڑ جانا چاہیے۔ (نسائی)

ف: فراغت کے بعد باہر آکر پھر پہن لیں، تعویذ جس کو موم جامہ کرلیا گیا ہو یا کپڑے میں سی لیا گیا ہو اس کو پہن کر جانا جائز ہے۔

سنت: رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ چہرہ کریں نہ اس طرف کو پیٹھ کریں، جنوباً شمالاً یا ٹیڑھا ہو کر قبلہ سے پھر کر بیٹھیں، (ترمذی)

سنت: رفع حاجت کرتے ہوئے (بلا ضرورت شدید) کلام نہ کریں، اسی طرح زبان سے اللہ کا ذکر بھی نہ کریں، (مشکوٰۃ)

سنت: پیشاب کرتے وقت یا استنجا کرتے وقت عضو خاص کو دایاں ہاتھ نہ لگائیں بلکہ

بایاں ہاتھ لگائیں، (بخاری و مسلم)

سنت: پیشاب پاخانے کی چھینٹوں سے بہت بچیں، کیونکہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے سے ہوتا ہے، (ترمذی)

سنت: بعض مرتبہ بیت الخلاء نہیں ہوتا تو اس وقت ایسی آڑ کی جگہ میں رفع حاجت کرنا چاہیے جہاں دوسرے آدمی کی نگاہ نہ پڑے، (ترمذی)

سنت: جنگل یا شہر کے باہر میدان میں قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئے تو اتنی دور جانا چاہیے کہ لوگوں کی نگاہ نہ پڑے۔ (ترمذی)

سنت: یا کسی نشیبی زمین میں چلا جائے جہاں کوئی دیکھ نہ سکے (قرآن کریم)

سنت: پیشاب کرنے کے لیے نرم زمین تلاش کریں تاکہ پیشاب کی چھینٹیں نہ اڑیں بلکہ زمین جذب کرتی چلی جائے (ترمذی)

سنت: بیٹھ کر پیشاب کریں کھڑے ہو کر پیشاب نہ کریں (ترمذی)

سنت: استنجا پہلے ڈھیلوں سے کریں اس کے بعد پانی سے کریں۔ (ترمذی، رزین)

سنت: بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالیں (ترمذی)

سنت: بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد یہ دعا پڑھیں۔ غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (ترمذی)

سنت: پیشاب کرنے کے بعد استنجا وغیرہ سکھانا ہو تو دیوار وغیرہ کی آڑ میں کھڑے ہونا چاہیے، (ترمذی، طحاوی)

غسل کی سنتیں

اسی طرح بعض اوقات غسل جنابت جو فرض ہے کرنا ہوتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں بغیر غسل کیے نماز ہی نہ ہوگی اس لیے غسل کی سنتیں لکھی جاتی ہیں۔

سنت: صبح صادق ہو جانے کے بعد جب آنکھ کھلے تو غسل کرنے میں دیر نہ کرنی چاہیے، جہاں تک ممکن ہو جلدی کر لینا چاہیے (ترمذی) تاکہ نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا ہو۔ فجر ہو جانے کے بعد بھی آدمی فرضی غسل نہ کرے جنابت کی حالت ہی میں پڑا رہے تو اس کے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ)

سنت: پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین مرتبہ دھوئیے! پھر بدن پر کسی جگہ منی یا اور کوئی ناپاکی لگی ہوئی ہو تو اس کو تین مرتبہ پاک کیجئے! پھر چھوٹا اور بڑا دونوں استنجے کیجئے (خواہ ضرورت نہ ہو) اس کے بعد مسنون طریقے پر وضو کیجئے، اگر نہانے کا پانی قدموں میں جمع ہو رہا ہے تو پیروں کو نہ دھوئیے یہاں سے علیحدہ ہو جانے کے بعد دھوئیے، ورنہ اسی وقت بھی دھو ڈالنا جائز ہے، اب پانی اول سر پر ڈالیے، پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر (اتنا پانی ڈالیے کہ سر سے پاؤں تک پہنچ جائے بدن کو ہاتھوں سے ملیے، یہ ایک دفعہ ہوا، پھر دوبارہ اسی طرح پانی ڈالیے، پہلے سر پر پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر (اور جہاں بدن سوکھا رہنے کا اندیشہ ہو وہاں ہاتھ سے مل کر پانی بہانے کی کوشش کیجئے) پھر اسی طرح تیسری بار پانی سر سے پیر تک بہائیے! (ترمذی)

ف: غسل کے بعد بدن کو کپڑے سے پونچھنا بھی ثابت ہے اور نہ پونچھنا بھی، لہذا دونوں میں سے جو بھی صورت آپ اختیار کریں سنت ہونے کی نیت کر لیا کریں (مشکوۃ)

سنت: اسی غسل سے نماز ادا کریں، نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے خواہ ننگے ہو کر ہی غسل کیا ہو (ترمذی) ہاں غسل کرنے کے بعد وضو ٹوٹ جائے یا غسل کی حاجت نہیں ہے اور فجر کی نماز پڑھنی ہے تو نماز فجر کے لیے وضو کرنے کی تیاری کریں اور وضو کے متعلق جو سنتیں ذکر کی جا رہی ہیں ان کا ہر دفعہ وضو کرتے وقت، خیال رکھنا ہوگا۔ ہم ایک ایک مرتبہ عرض کر دیں گے۔

وضو اور اسکی سنتیں

سنت: گھر سے وضو کر کے نماز کے لیے جانا، (بخاری)

سنت: وضو کو کامل طریقے سے کرنا (یعنی مسنون طریقے سے وضو کرنا یہی کامل طریقہ ہے۔ (مسلم)

سنت: بالخصوص جس وقت نفس کو وضو کرنا سردی وغیرہ کی وجہ سے ناگوار ہو، تو اچھے طریقے سے وضو کرنا (ترمذی)

ان کو ادا کرنے سے کامل طریقے سے وضو ہو جائے گا جس وقت بھی آپ وضو کریں ان سنتوں کا خیال رکھیں۔

(۱) وضو کی نیت کرنا، مثلاً یہ کہ میں نماز کے مباح ہونے کے لیے وضو کرتا ہوں (۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر وضو کرنا، بعض روایات میں وضو کی بسم اللہ اس طرح آئی ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ (۳) دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک تین تین بار دھونا (۴) مسواک کرنا، اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو ملنا (۵) تین بار کلی کرنا (۶) تین بار ناک میں پانی چڑھانا (۷) تین بار ہی ناک جھاڑنا (۸) ہر عضو کو تین تین بار دھونا (۹) چہرہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرنا (۱۰) ہاتھوں اور پیروں کو دھوتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا (۱۱) ایک بار تمام سر کا مسح کرنا (۱۲) سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح کرنا (۱۳) اعضاء وضو کو مل کر دھونا (۱۴) پے در پے وضو کرنا (۱۵) ترتیب وار وضو کرنا (۱۶) داہنی طرف سے پہلے دھونا (۱۷) وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (۱۸) جس وقت وضو کرنا دل کو ناگوار ہو اس وقت بھی خوب اچھی طرح سے وضو کرنا (نور الایضاح)

سنت: جن اوقات میں نماز نفل پڑھنا مکروہ ہے ان کے علاوہ باقی اوقات میں جب وضو کریں، وضو کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا (بخاری و مسلم) اوقات مکروہہ یہ ہیں صبح صادق کے بعد سے اشراق کے وقت تک، زوال کے وقت، عصر کے فرض پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک اور سورج غروب ہوتے وقت۔

نماز و جماعت کی سنتیں

سنت: نماز دھیان لگا کر پڑھنا (مسلم)

سنت: تحیۃ الوضو کے بعد اپنے گناہوں کی معافی مانگنا، (احمد)

سنت: ہر وضو کرتے وقت مسواک کرنا سنت ہے، (احمد)

سنت: مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو اور انگلی سے زیادہ موٹی نہ ہو (بحر الرائق)

سنت: ہر نماز کے لیے باوضو ہو کر گھر سے چلنا (بخاری)

سنت: گھر سے چلتے وقت نماز پڑھنے کی نیت سے چلنا، یعنی اصل اور مقدم نیت نماز پڑھنے کی ہی کرنی چاہیے۔ (بخاری)

سنت: اذان سننے کے بعد نماز پڑھنے کے لیے اس طرح دنیوی مشاغل کو ترک کر دینا کہ

ان مشاغل سے سروکار ہی نہیں ہے۔ (نشر الطیب)

سنت: تکبیر اُولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنا (ترمذی)

سنت: گھر سے باہر آکر یہ دعا پڑھتے ہوئے چلے: تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔ (ترمذی)

سنت: نماز پڑھنے کے لیے چلیے تو باوقار ہو کر، قدرے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے چلیے، کیونکہ یہ نشانِ قدم لکھے جاتے ہیں اور ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔ (الترغیب)

سنت: مسجد میں داخل ہونے لگیں تو پہلے بایاں پاؤں جوتے میں سے نکال کر بائیں جوتے پر رکھ لیں اور پھر دائیں پاؤں کو جوتے سے نکال کر اول دایاں پاؤں مسجد میں رکھیے! (الترغیب)

سنت: مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یہ دُعا پڑھیے:۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

سنت: اذان کا جواب دینا یعنی جو کلمات مؤذن کہتا جائے وہی کلمات سننے والا دہراتا جائے، مگر جب مؤذن حي على الصلوٰة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو ان دونوں کلمات کے جواب میں سننے والا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کہے اور فجر کی اذان میں الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہے۔

سنت: اذان ختم ہو جانے کے بعد درود شریف پڑھیں اور دُعائے وسیلہ پڑھیں! اس کے پڑھنے والے کے لیے شفاعت حلال ہو جاتی ہے، دُعائے وسیلہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ (بخاری)

سنت: اذان و تکبیر کے درمیان دعا کی مقبولیت کا وقت ہے۔ (ترمذی)

سنت: فجر کے وقت دو رکعت سنت ہیں ان کا ثواب دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ (ترمذی)

سنت: ہمیشہ جب تک ہو سکے اگلی صف میں جا کر بیٹھیں امام کے بالکل پیچھے یا دائیں طرف ورنہ بائیں طرف، اگلی صف میں جگہ نہ ہو تو اسی اوپر والی ترتیب سے دوسری پھر تیسری صف بنا کر بیٹھیں، الغرض جب تک کسی اگلی صف میں جگہ ملتی ہو تو پیچھے نہ بیٹھیں۔ (مسلم، ابوداؤد)

ی: اور یہ بیٹھنا اس لیے ہے تا کہ اگلی صف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں کیونکہ اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔

سنت: جب تک جماعت کے انتظار میں نمازی بیٹھے رہتے ہیں ان کو برابر نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے (اسی لیے وہاں دنیا کی باتیں کرنے کی ممانعت ہے کہ یہ ثواب جاتا رہے گا (بخاری) سنتوں اور فرضوں کے درمیان کوئی ذکر کریں تو مزید ثواب کے مستحق ہوں گے

مسئلہ: صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب کے پندرہ بیس منٹ بعد تک نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے اس وقت تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد بھی نہ پڑھیں، البتہ قضا نماز اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے البتہ نفل اور یہ سب نمازیں طلوع آفتاب، زوال و غروب کے وقت منع ہیں، ان تین وقتوں میں سجدہ بھی نہ کریں۔

سنت: جس وقت بھی مسجد میں آنا ہو تو ان سب باتوں کا خیال رکھیے گا بلا ضرورت شدیدہ دنیوی باتیں نہ کریں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تلاوت و ذکر آہستہ آہستہ کریں قبلہ رو نہ تھوکیں، نہ قبلہ رو پیر پھیلائیں، نہ گانا گائیں، نہ باہر گم ہو جانے والی چیزوں کو تلاش کریں، نہ اعلان کریں، بدن کپڑے یا کسی اور چیز سے کھیل نہ کریں، انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالیں نہ ان کو چٹخائیں، الغرض مسجد کے احترام کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ (طبرانی، احمد)

سنت: ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام رکھیں۔ (مسلم)

سنت: جب جماعت کھڑی ہونے لگے تو تکبیر ہونے سے پہلے صفوں کو سیدھا کریں، اس کے بعد تکبیر کہی جائے۔

ترمذی شریف میں ہے: عن ابن عمرؓ انه كان يوكل رجلا باقامة الصفوف ولا يكبر حتى يخبران الصفوف قد قامت.

یعنی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک شخص کو صفیں قائم کرنے کے لیے مقرر کیا ہوا تھا جب وہ آ کر خبر دیتا کہ صفیں ٹھیک ہو گئی ہیں، تب وہ تکبیر کہتے تھے۔

سنت: صفوں کو بالکل سیدھا رکھیں مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑیں، کندھے اور ٹخنے ایک دوسرے کے مقابل ہوں۔ (صحاح)

سنت: ہر نماز کو اس طرح خشوع و خضوع سے ادا کریں گویا میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ (الترغیب)

سنت: نماز میں دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا ہوا ہو اور اعضاء بدن بھی سکون میں ہونے چاہئیں۔ (ابوداؤد، نسائی)

سنت: جماعت سے نماز پڑھنے میں ستائیس گنا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

نماز کو سنت کے مطابق ادا کرنا ہی کامل طریقہ ہے، خلاف سنت کتنی بھی عاجزی کی صورت ہو قابل اعتبار نہیں، اس لیے سنتوں کا خوب خیال رکھنا چاہیے۔ (از نور الایضاح)

نماز کی سنتیں

۱۔ مرد کو نیت باندھتے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھانا اور عورتوں کو کندھوں تک اُٹھانا۔

۲۔ ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور بلا قصد و ارادہ جس قدر انگلیاں کھلیں، کھلی رہنے دینا، اپنے ارادے سے نہ ان کو ملانا چاہیے نہ کھولنا چاہیے۔

۳۔ اللہ اکبر کہہ کر مرد کو ناف کے نیچے اس طرح ہاتھ باندھنا کہ بایاں ہاتھ نیچے رہے اور دایاں ہاتھ اوپر رہے اور عورتوں کو اسی طرح سینے پر ہاتھ رکھنا۔

۴۔ صرف پہلی ایک رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پوری وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ تک پڑھنا۔

۵۔ صرف پہلی رکعت میں امام کو اور منفرد کو اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا (منفرد اکیلے نماز پڑھنے والے کو کہتے ہیں)

۶۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا امام اور منفرد کو مسنون ہے۔

۷۔ سبحانک اللّٰھم، اعوذ باللہ اور بسم اللہ تینوں کو آہستہ آواز سے پڑھنا۔

۸۔ ہر مرتبہ سورہ فاتحہ ختم ہونے کے بعد آہستہ آواز سے آمین کہنا۔

۹۔ (سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ کا ملانا واجب ہے) رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

۱۰۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں کو پکڑنا۔

۱۱۔ رکوع میں اس طرح سے جھکنا کہ سر، کمر اور سرین تختے کی طرح ایک سطح

کے برابر ہو جائیں، دونوں ہاتھوں کو تان کر سیدھا رکھنا اور ہاتھوں کو پسلیوں سے جدا رکھنا اور پنڈلیوں کو بھی سیدھا رکھنا یہ سب مردوں کے لیے ہیں، عورتوں کو صرف اتنا جھکنا چاہیے کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک اچھی طرح پہنچ جائیں، عورتیں انگلیوں کو گھٹنوں پر ملا کر رکھیں۔

۱۲۔ رکوع میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنا۔

۱۳۔ رکوع سے سر اٹھاتے وقت امام اور منفرد کو سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور مقتدی منفرد کو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا۔

۱۴۔ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا، جس کو قومہ کہتے ہیں بعض اسکو واجب کہتے ہیں۔

۱۵۔ سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا۔

۱۶۔ اس ہیئت سے سجدے میں جانا مسنون ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے، پھر دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں زمین پر اتنا فاصلہ دے کر رکھے کہ سر دونوں ہتھیلیوں کے درمیان آجائے اور ہاتھ کے انگوٹھے، کانوں کے نرمے کے بالمقابل ہو جائیں، ناک اور پیشانی دونوں زمین پر ٹیکیں۔

۱۷۔ سجدے میں دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھنا، اسی طرح دونوں پیروں کی انگلیاں بھی قبلہ رخ کر دینا مسنون ہے۔

۱۸۔ مرد کو سجدے میں دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کو ستون کی طرح کھڑا رکھنا پیٹ کو زانوؤں سے، آستینوں کو زمین سے اور بازوؤں کو پسلیوں سے جدا رکھنا، سجدہ سینہ کو ابھار کر کرنا، سجدہ زمین کی طرف سینہ دبا کر نہ کرنا چاہیے، البتہ عورتوں کو زمین سے لگ کر سجدہ کرنا چاہیے۔

۱۹۔ سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا، پھر پانچ یا سات مرتبہ یعنی طاق عدد میں کہنا، طاق کا مطلب یہ ہے کہ وہ دو پر پورا تقسیم نہ ہوتا ہو۔

۲۰۔ سجدے سے سر اُٹھاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔

۲۱۔ پہلے سجدے سے اٹھ کر اس طرح بیٹھنا کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے، دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے کہ اس کی انگلیاں قبلہ رو رہیں اور ہاتھ کی انگلیوں کو بغیر قصد ملائے، قبلہ رخ رکھے، انگلیاں اس طرح رکھے کہ ہتھیلیاں ران پر رہیں اور انگلیوں کے سرے گھٹنوں تک رہیں، اس کو جلسہ کہتے ہیں۔

۲۲۔ جلسہ میں بیٹھنا، پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرے سجدے میں جانا۔

۲۳۔ جس طرح پہلے سجدے کے متعلق سنتیں بیان ہوئی ہیں ان سب کو ادا کرتے ہوئے دوسرے سجدے میں جانا (وہاں نفس سجدہ کرنا فرض ہے)۔

۲۴۔ دوسرے سجدے سے اُٹھے تو پہلے پیشانی وناک (یعنی سر) اُٹھائے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ کر قدم کے پنجوں پر زور دیکر بغیر بیٹھے اور ٹیک لگائے سیدھا دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا اُٹھے۔

۲۵۔ دوسری رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور کوئی سورت یا چھوٹی تین آیات کی تلاوت کرے، سورہ فاتحہ اور سورت ملانے کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا منفرد کے لیے اور سری نماز میں امام و منفرد کے لیے مستحن ہے، یہ دوسری رکعت پہلی رکعت کے مطابق سنت کا خیال رکھتے ہوئے پوری کریں۔

۲۶۔ دوسری رکعت میں دونوں سجدے ادا کرنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر پہلے قعدے میں بیٹھے اور جس طرح جلسہ میں تحریر کیا گیا ہے، اسی مسنون طریقے سے قعدہ میں بیٹھے اور التحیات پڑھے، جب اشھدان لا پر پہنچے تو کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی دونوں کو ہتھیلی پر موڑ کر ملالے، بیچ والی بڑی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنالے اور کلمہ کی انگلی کو لفظ لا پر کھڑا کرلے اور الا اللہ پڑھ کر نیچے ران ہی پر گرادے اور دائیں ہاتھ کو آخر تک اسی طرح بندھا ہوا رہنے دے التحیات ختم ہوتے ہی (نفلوں اور سنت غیر موکدہ کے علاوہ باقی فرض و واجب و سنت موکدہ میں) فوراً تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے کہ یہ واجب ہے التحیات سے آگے نہ پڑھے۔

۲۷۔ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ نہ ملانی چاہیے بلکہ سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہہ کر رکوع میں چلے جائیں آمین زور سے نہ کہیں، (فرضوں کے علاوہ باقی نفل سنت مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ یا وتر کی نماز سب میں تیسری یا چوتھی رکعت بھی سورہ فاتحہ اور سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ کا ملانا واجب ہے)

۲۸۔ عورت جب التحیات میں بیٹھے تو دونوں پاؤں دائیں جانب کو نکال دے اور بائیں سرین کو زمین پر ٹیک کر اس پر بیٹھے۔

۲۹۔ آخری قعدے میں التحیات پڑھتے ہوئے (جس طرح اوپر مذکور ہوا اشارہ کریں)

التحیات کے بعد دونوں درود شریف پڑھیں اور کوئی دعا جو قرآن وحدیث میں آئی ہو) پڑھ کر سلام پھیر دیں۔

۳۰۔ دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت چہرے کا موڑنا سنت ہے۔

۳۱۔ سلام پھیرتے وقت دونوں جانب یہ نیت کریں کہ میں اس طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کو سلام کر رہا ہوں، امام جس طرف ہو اس طرف نیت میں امام کو بھی شامل کریں۔

۳۲۔ امام کو دائیں طرف سلام پھیرتے وقت لفظ سلام کو بہ نسبت بائیں طرف کے ذرا آواز بلند کرنا، بائیں طرف ذرا پست آواز سے سلام پھیرنا چاہیے۔

۳۳۔ مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دیں دیر نہ کریں۔

۳۴۔ جس کو کچھ رکعت جماعت کے ساتھ نہ ملی ہوں اس کو مسبوق کہتے ہیں، جب امام سلام پھیرے تو مسبوق کا امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے تک انتظار کرنا سنت ہے، امام جب بائیں طرف سلام پھیر دے تب مسبوق اپنی رہی ہوئی رکعت اُٹھ کر پوری کرے (یہ تمام مسائل نور الایضاح سے لیے گئے ہیں)

سنت: فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اشراق تک ذکر الٰہی میں مشغول رہیں اس میں اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ جس جگہ فرض پڑھے ہیں وہیں بیٹھے رہیں، اوسط درجہ یہ ہے کہ اس مسجد میں کسی بھی جگہ بیٹھ جایئے، ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مسجد سے باہر چلا جائے لیکن ذکر الٰہی برابر زبان سے ادا کرتا رہے جب آفتاب نکلنے کے بعد اس میں چمک آجائے، تقریباً آفتاب نکلنے کے پندرہ بیس منٹ بعد دو رکعت نفل پڑھیں تو پورے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے اس کو نماز اشراق کہتے ہیں۔ (ترمذی، مظاہر حق)

سنت: اشراق کے وقت چار رکعت نفل پڑھے تو اس کی کھال کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔ (بیہقی)

سنت: نبی کریم ﷺ شہد میں پانی ملا کر پیا کرتے تھے، نبیذ تمر پینا بھی آیا ہے، (نبیذ تمر چھوہارے توڑ کر رات کو مٹی کے برتن میں ڈال کر رکھیں، صبح کو وہ پانی پیویں) (ترمذی) اشراق کے بعد حلال روزگار و مشاغل دنیوی میں لگ جایئے پھر چاشت کے وقت چاشت کی نماز پڑھیں۔

سنت: جب آفتاب میں اور دھوپ میں تیزی آجائے اندازاً ۸ بجے کے بعد سے زوال

سے ایک گھنٹہ قبل تک کے درمیان دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت یا آٹھ رکعت نفل پڑھیں (اس کو چاشت کی نماز کہتے ہیں (مسلم) چاشت کی صرف دو رکعت پڑھنے سے آدمی کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں سب کا صدقہ ادا ہو جاتا ہے اور تمام گناہ صغیرہ کی مغفرت ہو جاتی ہے (مسلم) اگرچہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، (ترمذی)

سنت: چاشت کی چار رکعت پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دن بھر کے بڑے بڑے کام اس بندے کے باسانی پورے کرا دیتے ہیں، اس کے کاموں کی کفالت فرما لیتے ہیں، (احمد)

سنت: جو شخص چاشت کی نماز پڑھنے کے لیے اپنے گھر سے باوضو ہو کر چلے تو اس کو عمرے کا ثواب ملتا ہے، (ابوداؤد)

سنت: جو شخص چاشت کے وقت آٹھ رکعت نفل پڑھے تو اس کو قانتین (عابدین) میں سے لکھ دیا جاتا ہے، اگر بارہ رکعت نفل پڑھے تو جنت میں مکان بنا دیا جاتا ہے، (احمد)

اسمائے طعام مسنونہ

اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، دنبہ، مرغ، خرگوش، نیل گائے اور پرندوں کا گوشت، مچھلی، تر کھجوریں اور کچی نیم پختہ ہر قسم کی کھجوریں خشک چھوارے جو کی روٹی، گندم کی روٹی، روٹی پر کھجوریں رکھ کر دونوں کو ملا کر کھانا، سرکہ اور روٹی، شوربے میں روٹی بھگو کر جس کو ثرید کہتے ہیں، گوشت دھوپ میں سوکھا ہوا، بھنا ہوا، سالن کے ساتھ پکا ہوا گوشت شانے کا اور دست کا گوشت، پٹھ کا گوشت، جسم کے اگلے حصے کا گوشت، دل، کلیجی سرخاب کا گوشت، گیہوں کا حریرہ، جو کے آٹے میں زیتون کا تیل ڈال کر جس میں کالی مرچیں اور دیگر مصالحہ توڑ کر ڈال دیا گیا تھا۔ جو آٹا اور چقندر ملا کر پکایا گیا، زیتون کے تیل سے روٹی لگا کر گھی سے روٹی چپڑ کر، پنیر و چھوارے اور گھی ملا کر کھانا بنایا ہوا، جو کی روٹی سالن کے ساتھ، کبھی پانی کے ساتھ، کدو پنیر اور مکھن کے ساتھ چھوہارے اور گھی ملا کر کھانا بنایا ہوا کبھی پانی کے ساتھ چھوہارے، اسی طرح خربوزہ، تربوز، کھیرا، ککڑی کھجوروں کے ساتھ ملا کر، آپ ﷺ کو شہد مرغوب تھا، (ترمذی) (شرح سفر السعادت) آپ ﷺ کو کھرچن اچھی معلوم ہوتی تھی، (نشر الطیب)

جن کھانوں کے فوائد یا تعریف آپ سے منقول ہے

سنترہ (بخاری) پیاز لہسن، کلونجی، رائی، میتھی، سونٹھ، روغن زیتون سنا مکی، گھی کے برتن میں شہد ڈال کر اس کو ہلا کر چاٹنا، سیب چربی ایلوا، عود ہندی، پیلو کے درخت کا پھل، بیر وغیرہ۔ (نشر الطیب)

کھانا کھانے کے متعلق سنتیں

سنت: کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا، کلی کرنا۔ (ترمذی)

سنت: یہ نیت رکھنا کہ کھانا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اس کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہوں، (الترغیب)

سنت: دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا، اسی طرح کسی دوسرے کو کھانا دینا یا کسی سے کھانا لینا ہو تب بھی دایاں ہاتھ استعمال کرنا (ابن ماجہ)

سنت: اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا، (ابوداؤد)

سنت: کھانے میں جتنے ہاتھ جمع ہوں گے اتنی ہی برکت زیادہ ہوگی، (مشکوٰۃ)

سنت: ہر مقدار کھانے پر قناعت کر لینا، یعنی جتنا اور جیسا کھانا مل جائے اس پر راضی رہنا اور اللہ کا فضل سمجھ کر کھانا (مالک)

سنت: کھانا کھانے کے لیے اکڑو (دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھنا کہ سرین بھی زمین سے اوپر رہے) یا ایک پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جانا اور دوسرا گھٹنا کھڑا رکھنا یا دونوں زانوؤں کو زمین پر ٹیک کر جھک کر کھانا، (عمدۃ القاری)

سنت: جوتے اتار کر کھانا کھانا، (دارمی)

سنت: کھانے کی مجلس میں جو شخص بزرگ ہو اور بڑا ہو ان سے پہلے شروع کرانا۔ (مسلم)

سنت: کھانا تین انگلیوں سے آرام سے کھایا جا سکتا ہو تو چوتھی انگلی کو شامل نہ کرنا، غرض بقدر ضرورت ہاتھ کی انگلیاں استعمال کرنا، (الترغیب)

سنت: بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرنا (ابوداؤد)

سنت: کھانے کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا بھول جائے اور درمیان میں یاد آ جائے تو اس طرح پڑھیں بسم اللہ اولہ و آخرہ (ترمذی)

سنت: کھانا اپنی جانب والے کنارے سے شروع کرنا برتن کے بیچ میں یا دوسرے آدمی کے آگے ہاتھ نہ ڈالنا (ترمذی)

سنت: کھانے میں پھونک نہ ماریں، (ترمذی)

سنت: دسترخوان پر مختلف کھانے ہوں تو ہاتھ گھمانا جائز ہے جو کھانا پسند ہو لے کر کھائیں (ترمذی)

سنت: گھر میں سرکہ اور شہد رکھنا سنت ہے (ترمذی)

سنت: گوشت کا بڑا پارچہ بنا ہوا ہو تو اس کو چھری سے کاٹ کر چھوٹا کرنا درست ہے۔ (بخاری و مسلم)

سنت: گوشت کی بوٹی کو چھری سے کاٹ کر کھانے کی بجائے دانتوں سے نوچ کر کھائیں، زود ہضم اور مزیدار معلوم ہوتا ہے (ترمذی)

سنت: تیز گرم کھانا نہ کھائیں، ذرا دم لیں، سہانا ہو جائے تب کھائیں، (احمد)

سنت: کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی چیز یا لقمہ نیچے گر جائے تو اس کو اُٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہیے شیطان کے لیے نہ چھوڑیں۔ (ابن ماجہ)

سنت: آپ کا ساتھی کھانا کھا رہا ہے تو حتی الوسع اس کا ساتھ دینا تاکہ وہ پیٹ بھر کر کھا لے، مجبوری ہو تو عذر کر دینا، (ابن ماجہ)

سنت: جس خادم نے کھانا پکایا ہے اس کو کھانے میں شریک کرنا یا دو چار لقمہ اس کو علیحدہ دے دینا، (ابن ماجہ)

سنت: اس گھر میں بہت خیر ہو گی جہاں کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کلی کرنے کی عادت ہو (ابن ماجہ)

سنت: کھانا کھانے کے بعد انگلیوں اور برتن کو چاٹ لینا، کیونکہ کھانے والے کو معلوم نہیں کہ شاید اس جزء میں حق تعالیٰ شانہ نے برکت رکھی ہو جو برتن میں رہ گیا ہے۔

سنت: جب انگلیاں چاٹیں تو پہلے درمیانی بڑی انگلی اسکے بعد کلے والی پھر انگوٹھا چاٹیں (طبرانی)

سنت: ہاتھوں کو چکنائی لگ گئی ہو تو (دھونے سے پہلے) ان کو ہاتھوں بازوؤں اور قدموں سے پونچھ لینا، (ابن ماجہ)

سنت: دسترخوان پہلے اُٹھا لیا جائے اس کے بعد کھانے والے اُٹھیں، (ابن ماجہ)

سنت: دسترخوان کو زمین پر بچھا کر کھانا کھانا (شمائل ترمذی)

سنت: کھانے سے فارغ ہو کر کوئی دُعائے مسنونہ پڑھنا، نیز اس دعا کے پڑھنے سے گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ. (ابوداؤد)

سنت: کسی دوسرے کے دسترخوان پر کھانا کھائے تو اس کے لیے یہ دعا کرنا، مگر اس وقت دعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنَا وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا.

پانی پینے کے متعلق سنتیں

سنت: دائیں ہاتھ سے پانی پئیں، کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان پانی پیتا ہے۔

سنت: تین سانس میں پانی پینا چاہیے (اور سانس برتن سے منہ الگ کر کے لینا چاہیے)۔ (ترمذی)

سنت: پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہنا، (بخاری)

سنت: پینے کی چیز میں پھونک نہ مارنا، (ابوداؤد)

سنت: آب زم زم کھڑے ہو کر پینا، (ترمذی)

سنت: وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا (شمائل ترمذی)

سنت: رات کو چھوہارے یا انگور پانی میں بھگو کر رکھ دیں اور صبح کو ان کا پانی پینا (اس کو نبیذ تمر یا نبیذ عنب کہتے ہیں) اگر گرمی کی وجہ سے یا دیر تک رکھا رہنے کی وجہ سے نشہ پیدا ہو جائے تو ہرگز نہ پئیں، نشہ آور چیز حرام ہے۔

سنت: کوئی مشروب خود پی کر دوسرے کو بقیہ دینا ہو تو دائیں جانب والے کا حق ہوتا ہے، (ترمذی)

سنت: جو شخص دوسروں کو پلائے وہ خود سب سے آخر میں پیئے۔ (ترمذی)

سنت: ہر پینے کی چیز پی کر (سوائے دودھ کے) یہ دعا کرنا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْہُ، اور دودھ پینے کے بعد یہ دعا کرنا: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ. (شمائل ترمذی)

یہ کھانے کی سنتیں ہر کھانے پینے کے وقت دھیان رکھنے کے لیے ہیں، دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر سو جانا یا لیٹے رہنے کو قیلولہ کہتے ہیں، یہ بھی مسنون ہے۔

اس کے بعد جب ظہر کی نماز کا وقت ہو جائے تو جو طریقہ فجر کی نماز کی تیاری کا لکھا گیا ہے، وہی ظہر کی نماز کی تیاری کا مسنون طریقہ ہے دیکھ لیا جائے۔

وضو کے بعد ان دو نفلوں کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں، علاوہ اوقات مکروہہ کے جب بھی وضو کریں یہ دو رکعت نفل پڑھ لیا کریں، اس طرح مسجد کے داخلے کی شکرانے کی دو رکعت نفل پڑھا کرتے ہیں ان کو نماز تحیۃ المسجد کہتے ہیں وہ بھی مستحب ہیں (ترمذی)

نوٹ: نماز کے لیے وضو کرنے، گھر سے چلنے، راستے کی اور مسجد میں داخل ہونے، مسجد میں بیٹھنے، صف باندھنے اور جماعت کی تمام سنتوں کا خیال رکھیں جو فجر کے وقت میں بیان کی گئی ہیں۔

نمازِ ظہر کی سنتیں

سنت: ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت اور فرضوں کے بعد دو رکعت سنتیں ہیں۔

سنت: جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو دوڑ کر نہ چلیں کہ سانس پھول جائے بلکہ سبک رفتار وقار کے ساتھ آیئے۔ (ترمذی)

سنت: امام کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو نماز کے مسائل سے زیادہ واقف ہوں۔

سنت: نبی کریم ﷺ سے فرش پر، چٹائی پر اور زمین پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ (ترمذی)

زمین پر نماز پڑھنا چٹائی سے افضل ہے اور چٹائی پر کپڑے کے مصلے سے افضل ہے (شرح نقایہ)

ظہر کی نماز کے بعد اپنی مصروفیات میں مشغول ہو جایئے اور عصر کی نماز کا خاص طور پر خیال رکھیے! قرآن شریف میں اس کا خصوصی حکم آیا ہے کہ عصر کی نماز باجماعت ادا ہونی چاہیے، جب عصر کی نماز کی تیاری کریں تو بیان کردہ سنتوں کو ادا کرتے ہوئے چلیں۔

صلوٰۃ عصر

سنت: عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت پڑھنا سنت ہیں (ترمذی)

سنت: جب جماعت کھڑی ہونے لگے تو صفیں سیدھی رکھنے کا خاص اہتمام رکھیں، دوسرا آدمی یا پیش امام آگے پیچھے ہونے کو کہیں تو تعمیل کریں اور ہر نماز کو یہ سمجھ کر ادا کریں کہ شاید یہ میری آخری نماز ہو۔

سنت: عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک مسجد میں رہ کر جو شخص ذکر الٰہی کرتا ہے اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کے آزاد کرنے کا سا ثواب ہوتا ہے (الترغیب) کاروبار میں بھی مشغول ہو جائے تو وقت بوقت ذکر کرتا رہے اور جھوٹ، جھوٹی قسم اور دیگر گناہوں سے پرہیز کرے، ویسے تو ان باتوں کا تمام عمر میں ہی خیال رکھنا اور گناہوں سے بچنا ضروری ہے، گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینا چاہیے۔ برے ساتھی سے تنہائی اور یاد الٰہی بہتر ہے۔

سنت: جب سورج غروب ہونے لگے تو چھوٹے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکالیں، اگر باہر ہوں تو ان کو گھر بلا لیں اس وقت شیطانی لشکر پھیلتا ہے، اب آپ مغرب کی نماز پڑھیں گے، جملہ سنن کا خیال رکھیں، اکثر سنتیں ہر نماز کے وقت سامنے آتی ہیں، ایک دفعہ بیان کر دی ہیں آپ پانچوں وقت خیال رکھا کریں۔

نمازِ مغرب

سنت: مغرب کی اذان کے بعد فرضوں سے پہلے سنتیں نہیں ہیں۔ البتہ اذان کے وقت مزید یہ دعا کرنا منقول ہے۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ وَ اِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ فَاغْفِرْ لِیْ (مشکوٰۃ)

سنت: مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعت پڑھنا سنت ہیں (ترمذی)

سنت: ان دو سنتوں کے بعد چھ رکعت نفل پڑھے تو اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے، اس کو صلوٰۃ الاوّابین کہتے ہیں۔

سنت: گھر میں داخل ہوتے وقت کوئی نہ کوئی ذکر کرتا رہے۔ (مسلم)

سنت: گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا بھی حدیث شریف میں آئی ہے، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ وَخَیْرَ الْمَوْلَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا. (ابوداؤد)

سنت: گھر میں جو موجود ہو، خواہ بیوی ہو بچے ہوں ان کو سلام کرنا (ابوداؤد)

سنت: جب گھر والوں میں سے کسی کے بے پردہ ہونے کا وقت یا اندیشہ ہو تو اطلاع دے کر اندر داخل ہونا (مشکوٰۃ)

سنت: گھر والوں کو کنڈی سے یا پیروں کی آہٹ سے یا کھنکھارنے سے خبردار کر دینا (نسائی)

سنت: عشاء کی نماز پڑھنے سے قبل نہ سوئیں! (مشکوٰۃ) مبادا عشاء کی نماز جماعت سے فوت ہو جائے بچوں کو دین کی باتیں بتانے کا یہ اچھا وقت ہے، اب آپ عشاء کی نماز کی تیاری کریں۔

نمازِ عشاء

سنت: عشاء کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت ہیں (مشکوٰۃ)

سنت: عشاء کے فرضوں کے بعد دو رکعت سنت ہیں (مشکوٰۃ)

سنت: عشاء کی ان دو سنتوں کے بعد بجائے دو رکعت نفل پڑھنے کے چار رکعت نفل پڑھے تو شب قدر کے برابر ثواب ملتا ہے (الترغیب) اور جس کی تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلتی ہو تو یہ چار رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کریں، تو تہجد میں شمار ہو جاتی ہیں، اگر پچھلی رات کو آنکھ کھل جائے تو اس وقت بھی تہجد کی نماز پڑھ لیں ورنہ یہ چار رکعت بھی کافی ہو جائیں گی۔

سنت: وتروں کے بعد جو دو رکعت نفل پڑھتے ہیں ان نفلوں میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھے! تو یہ دو رکعت قائم مقام تہجد کے ہو جاتی ہیں، (الترغیب)

ف: ہو سکے تو دونوں جگہ یعنی وتروں سے پہلے چار رکعت اور وتروں کے بعد دو رکعت نفل میں تہجد کی نیت کر لیا کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ تہجد کی فضیلت و ثواب سے محرومی نہ ہوگی۔

سنت: عشاء کی نماز کے بعد (بلا ضرورت) دنیوی باتیں کرنا منع (یعنی مکروہ تنزیہی) ہیں (مشکوٰۃ)

سنت: اندھیری رات ہو، روشنی کا انتظام نہ ہو، تب بھی مسجد میں جا کر نماز عشاء ادا کرنا موجب بشارت ہے۔ (ابن ماجہ)

سنت: ہر فرض نماز کو جماعت کے ساتھ تکبیر اُولیٰ کے ساتھ ادا کرنا (الترغیب)

سنت: جو شخص چالیس رات عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ سے ادا کرے تو اس کے لیے دوزخ سے برات (بری ہونا) لکھ دیا جاتا ہے (ابن ماجہ)

سنت: وتروں کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی دوسری رکعت میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ، تیسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھنا، (ابوداؤد)، (کبھی کبھی چھوڑ دیا کریں)۔

سنت: وتر کی نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ آواز کے ساتھ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ پڑھنا تیسری مرتبہ ذرا کھینچ کر پڑھنا۔ (مشکوٰۃ)

رات کے مسنون اعمال

سنت: گھر کے دروازے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر بند کریں اور بسم اللہ پڑھ کر کنڈی لگائیں (بخاری) حتی کہ اگر پانی کی بالٹی ہو تو اس کے عرض پر بھی کوئی لکڑی بسم اللہ پڑھ کر رکھ دیں (بخاری)

سنت: جن برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں ان سب کو بسم اللہ پڑھ کر ڈھانپ دیں۔ (بخاری)

سنت: آگ جلتی ہو یا سلگ رہی ہو اس کو بجھا دیں۔ (بخاری)

سنت: جس روشنی سے آگ لگنے کا خطرہ ہو تو اس کو بھی بجھا دیں۔ (بخاری)

سنت: بیوی بچوں کو نصیحت آمیز کہانیاں اور خوش طبعی کی باتیں سنائیں۔ (شمائل ترمذی)

سنت: جب بچے تقریباً نو دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو بہن بھائی کے بستر سے بھی الگ الگ کر دیں۔ (مشکوٰۃ)

سنت: سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی اور بچوں کے بھی تین تین سلائیاں دونوں

آنکھوں میں سرمہ ڈالیں، پہلے تین مرتبہ دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں ڈالیں۔

سنت: بستر بچھا ہوا ہو یا لپٹا ہوا ہو تو لیٹنے سے پہلے اس کو اچھی طرح جھاڑ لیں، تہبند کے ایک کنارے ہی سے جھاڑ لیں۔ (مشکوۃ)

سنت: سونے کے لیے پھر مسواک کر لیں۔ (مشکوۃ)

سنت: سونے کے قبل دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں ملا کر ان پر پھونک ماریں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ اخلاص پڑھیں، پھر پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قل اعوذ برب الفلق، پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قل اعوذ برب الناس پڑھیں، اور دونوں ہاتھوں کو سر سے پاؤں تک جہاں تک ہاتھ پہنچیں پھیر لیں، پہلے سامنے سر سے شروع کر کے پیروں تک اس کے بعد کمر کی طرف کو پھیر لیں، اس طرح سے تین بار کریں۔ (ترمذی)

سنت: خود بستر بچھانا۔ (مسلم)

سنت: تکیہ لگانا۔ (مسلم)

سنت: چمڑے اور کھال کو بستر بنا کر ان پر سونا۔

سنت: چٹائی پر سونا۔

سنت: بوریے پر سونا۔

سنت: کپڑے کے فرش پر سونا۔

سنت: زمین پر سونا۔

سنت: تخت پر سونا۔

سنت: چارپائی پر سونا۔ (نشر الطیب وغیرہ)

سنت: داہنی کروٹ پر قبلہ رو ہو کر سونا۔ (بخاری ومسلم)

سنت: داہنے ہاتھ کے اوپر سر رکھ کر سونا۔ (بخاری)

سنت: لیٹ کر یہ دعا پڑھنا،

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی (مشکوۃ)

سنت: تین بار یہ استغفار پڑھیں!

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ (ترمذی)

سنت: قرآن مجید میں سے کوئی ایک سورۃ پڑھیں جو یاد ہو۔ (ترمذی)

سنت: طہارت کے ساتھ سوئیں (الترغیب) پہلے سے وضو ہو تو کافی ہے ورنہ وضو کر لیں بھی نہ ہو سکے تو سونے کی نیت سے تیمم ہی کر لیں!

سنت: تہجد کے لیے مصلے سرہانے رکھ کر سونا (نسائی)

سنت: سورہ واقعہ کا ورد کر لینے سے فقر و فاقہ کی نوبت نہیں آتی۔ (الترغیب)

ف: اور بہت سے اوراد، احادیث میں آئے ہیں جس کو جو اچھا لگے یا کسی کا معمول ہو تو پڑھ لیا کریں!

سنت: تہجد کی نماز کے لیے اٹھنے کی نیت کر کے سونا۔ (نسائی)

سنت: وضو کا پانی اور مسواک پہلے سے تیار رکھنا۔ (مسلم)

سنت: جس وقت رات کو آنکھ کھل جائے صبح صادق ہونے سے پہلے تہجد کی نماز پڑھنا۔ (مشکوۃ)

ف: تہجد کی کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہوتی ہیں یہ تو سنت ہیں باقی نوافل جس قدر چاہیں آپ پڑھیں، کوئی ذکر الٰہی کریں، تلاوت کریں، اگر چاہیں تو تہجد پڑھ کر پھر سو جائیں، درست ہے مگر فجر کی نماز جماعت سے ادا کریں۔

زوجین کے لئے مسنون اعمال

سنت: (سمجھدار بچوں سے پوری احتیاط ہو سکے) تب میاں بیوی کا ایک بستر پر سونا۔ (مشکوۃ)

سنت: بیوی کے ساتھ کھیل مذاق کرنا (ترمذی)

سنت: غسل کر لینے کے بعد تولیے سے بدن پونچھنا اور نہ پونچھنا دونوں حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہیں، لہذا دونوں طریقے ہی مسنون ہوئے۔ (جمع الفوائد)

سنت: ایسی حالت میں جب غسل فرض ہو گیا ہو، کھانا پینا ہو (جیسے سحری کے وقت) تو ہاتھ پہنچوں تک دھو لیں، کلی غرارہ کر کے کھائیں پئیں (غسل بعد میں صبح صادق کے بعد کر لیں (جمع الفوائد)

سنت: رات کو اچھا خواب نظر آئے طبیعت چاہے تو کسی سمجھدار تعبیر بتانے والے محبت

والے آدمی سے ذکر کردے تاکہ اچھی تعبیر بتادے، اور اگر برا خواب اور ڈراؤنا خواب دکھائی دے تو جس وقت آنکھ کھلے اسی وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ ایک بار پڑھ کر بائیں ہاتھ کی طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور کروٹ بدل کر سوجائے اور کسی سے ذکر نہ کرے ان شاء اللہ کوئی ضرر نہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

سنت: جب نیند کھلنے کے بعد اُٹھ بیٹھنے کا ارادہ ہو تو یہ دُعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ.

ف: چوبیس گھنٹے میں پیش آنے والی مختصر سنتیں عرض کی گئی ہیں، صبح اُٹھ کر پھر وہی سنتیں شام تک، پھر رات تک سونے کے بعد اُٹھنے تک کی یاد کرلیا کریں، اسی طرح ہمیشہ کے لیے زندگی کا معمول ہو جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں خدا تعالیٰ نے اپنی محبت عطا فرمانے اور گناہوں کی مغفرت کا قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے حق تعالیٰ شانہ کی محبت اور حبیب خدا ﷺ کی محبت ان دونوں کی رضا جوئی ہی خلاصہ زندگی وحیات ہے، چند روز میں آپ دیکھیں گے کہ ہر قدم پر ان کی ہی محبت کی رہگذر معلوم ہوگی اور یہ محبت مامور بہ ہے جس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ پھر یوں کہیں گے

محبت کی کشش اب راہبر معلوم ہوتی ہے
جدھر جاتا ہوں ان کی راہگذر معلوم ہوتی ہے
رگ وپے میں ہے ساری لذت درد جگر پھر بھی
طبیعت تشنہ درد جگر معلوم ہوتی ہے
جہاں تک بھی نظر جاتی ہے جلوہ گاہ ہستی میں!
محبت ہی محبت جلوہ گر معلوم ہوتی ہے۔

(حضرت عارفی)

لباس کی سنتیں

سنت: آنحضرت ﷺ کُرتے کو پسند فرماتے تھے آپ ﷺ کے کُرتے کی آستینیں ہاتھوں کے پہنچوں تک ہوتی تھیں کُرتے کا گلا سینے کی طرف ہوتا تھا اور اتنا فراخ کہ کھلے ہوئے

ہونے کے وقت ایک صحابیؓ نے ہاتھ ڈال کر پشت کی جانب مہر نبوت کو برکت کے لیے ہاتھ لگایا تھا۔ (شمائل ترمذی)

سنت: آپکا کُرتا ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہوتا تھا (حاکم)

سنت: پاجامہ کا آپ نے نرخ کیا ہے (ستر کی وجہ سے آپ ﷺ کو محبوب تھا (ترمذی) لیکن عمر بھر ازار یعنی تہبند ہی استعمال فرماتے رہے ہیں۔

سنت: آپ ﷺ کا لباس چادر لنگی، کُرتہ، عمامہ ہوتا تھا، دھاری دار چادر پسند کرتے تھے، عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھتے تھے، کبھی صرف ٹوپی پہنتے، کسی وقت صرف عمامہ بھی باندھ لیتے تھے، عمامہ کا شملہ کبھی ہوتا کبھی نہ ہوتا شملہ کمر کی جانب ہوتا تھا، آپ ﷺ نے قبا بھی پہنی ہے آپ کی چادر مبارک کا طول چھ ہاتھ اور عرض تین ہاتھ ایک بالشت تھا اور تہبند کا طول چار ہاتھ اور ایک بالشت، عرض دو ہاتھ ایک بالشت آیا ہے، تہبند نصف پنڈلی تک ہوتا تھا، چادر کا رنگ سرخ دھاری دار سبز اور سیاہ رنگ کی اونی چادر بوٹے والی اور بغیر بوٹے والی استعمال فرمائی ہے، شاہ روم نے پوستین جس پر ریشم کی سنجاف تھی بھیجی تھی، آپ ﷺ نے اس کو پہنا ہے، بعض روایات میں پاجامہ کا خریدنا اور پہننا بھی آیا ہے، سوتی کپڑا زیادہ استعمال فرماتے تھے، قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (شرح سفر السعادت ونشر الطیب)

سنت: سفید لباس آپ ﷺ کو پسند تھا، (شمائل ترمذی)

سنت: عورتوں کے پردہ کی چادر اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ایک بالشت بلکہ ایک ہاتھ زمین پر گھسٹتی چلتی تھی، (ترمذی)

سنت: جب لباس زیب تن فرماتے، حتی کہ جوتیاں بھی تو پہلے داہنی طرف سے پہننا شروع فرماتے اور جب لباس یا جوتا اُتارتے تھے تو پہلے بائیں طرف سے اتارنا شروع فرماتے تھے، (ترمذی)

سنت: کپڑا جب تک پیوند لگانے کے لائق نہ ہو جاتا اس کو ردی نہ فرماتے تھے، (ترمذی)

سنت: مردکو پاجامہ، شلوار، تہبند وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہیے (ترمذی)

سنت: سردار دو عالم ﷺ فتح مکہ کے روز سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے، (مشکوٰۃ)

سنت: کپڑے کی سفید ٹوپی اوڑھتے تھے وہ سر کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی تھی۔ (سراج المنیر)

سنت: آپ ﷺ نے چپل (جس کی شکل زاد سعید میں دیکھیں) جوتیاں اور چمڑے کے موزے پہنے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

سنت: بائیں جانب تکیہ لگانا۔ (نشر الطیب)

بال، ڈاڑھی اور مونچھوں کے متعلق سنتیں

سنت: سردار انبیا ﷺ کی داڑھی مبارک اتنی گھری اور گنجان تھی کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔ (شمائل ترمذی)

سنت: (ایک مشت ہو جانے کے بعد) داڑھی کے دائیں بائیں جانب سے بڑھے ہوئے بال لینا تاکہ خوبصورت ہو جائے (شرح الشمائل)

سنت: ایک مشت یا اس سے بڑی ڈاڑھی رکھنا۔ (ترمذی)

سنت: مونچھوں کو کتروانا اور کتروانے میں مبالغہ کرنا۔ (ترمذی)

سنت: حدِ شرعی میں رہ کر خط بنوانا، سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو درست کر کے تیل ڈالنا۔ (موطا امام مالکؒ)

سنت: سر اور داڑھی میں کنگھا کرنا۔ (ترمذی)

سنت: سر پر سنت کے مطابق پٹے رکھنا۔ (مشکوٰۃ)

سنت: زیر ناف، بغل، ناک کے بال لینا۔ (بخاری) (چالیس روز گزر جائیں اور صفائی نہ کرے تو گناہ گار ہوگا) (مرقات)

سنت: ڈاڑھی کو مہندی وسمہ کا خضاب کرنا یا سفید ہی رہنے دینا دونوں باتیں مسنون ہیں۔ (موطا امام مالک)

سنت: عورتوں کو ناخنوں پر مہندی لگانا (ابوداؤد)

نومولود کے متعلق سنتیں

سنت: جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہنا۔ (مسند ابویعلیٰ)

سنت: جب سات روز کا ہو جائے تو اس کا اچھا نام رکھنا۔ (ابوداؤد)

سنت: ساتویں روز عقیقہ کرنا (ابوداؤد)، ساتویں روز نہ ہو تو چودھویں ورنہ اکیسویں روز۔

سنت: کسی بزرگ سے چھوہارہ چبوا کر بچے کے منہ میں چٹانا اور بزرگ کا دعا کرنا۔ (بخاری ومسلم)

متفرق مسنون اعمال

سنت: گھر پر مہمان آئے تو اس کی عزت واکرام کرنا۔ (مشکوٰۃ)

سنت: کسی شخص نے آپ کی مہمان نوازی جان کر نہ کی ہو لیکن جب وہ آپ کے گھر آئے تو اس کی مہمانداری کرنا۔ (ترمذی)

سنت: مہمان جب رخصت ہو تو گھر کے دروازے تک اس کو چھوڑنا۔ (ابن ماجہ)

سنت: پڑوسی کو اپنی ایذا سے بچانا، اس کو اچھی بات کہنا ورنہ خاموش رہنا، صلہ رحمی کرنا۔ (بخاری ومسلم)

سنت: اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا۔ (بخاری)

سنت: کوئی شخص آپ کے لیے ہدیہ یا تحفہ لائے اور آپکو اس کی طرف شوق بھی نہ ہو تو بھی اس کا قبول کر لینا۔ (الترغیب)

سنت: جمعہ وعیدین کی نماز کے لیے غسل کرنا، جلدی نماز کے لیے چلے جانا وہاں دنیا کی باتیں نہ کرنا، پہلی صف میں امام کے پیچھے جا کر بیٹھنا اگر پہلے سے آدمی بیٹھے ہوں تو ان کو پھلانگ کر نہ جانا، دو آدمیوں میں جو پاس پاس بیٹھے ہوں جدائی نہ کرنا، خطبہ کے وقت خاموش رہنا جمعہ سے قبل چار رکعت سنت ہیں، جمعہ کے فرضوں کے بعد چار سنت پھر دو سنت ہیں (الترغیب)

سنت: جو مسلمان ملے اس کو سلام کرنا، چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا، سلام کا جواب وعلیکم السلام کہنا، اور چھینک کا جواب یرحمک اللہ سے دینا واجب ہے، بیمار ہو جائے تو اس کو پوچھنے کے لیے جانا، مر جائے تو دوسرے مسلمانوں کے ہوتے ہوئے بھی اس کے جنازے کے پیچھے چلنا، نماز و دفن میں شریک رہنا، جب کوئی دعوت دے تو بلا عذر شرعی دعوت رد نہ کرنا، امانت کو بعینہ ادا کرنا، وعدے کو پورا کرنا، کوئی رشتہ دار بدسلوکی

کرے اس کے ساتھ سلوک سے پیش آنا، چھوٹوں پر رحم کرنا، بڑوں کی عزت کرنا، پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا، غیر مسلم اقوام کی وضع قطع ان کے رسم ورواج ترک کرکے ان کو اسلام کے مطابق کرنا، غصہ پی جانا، مسلمانوں کو اپنے ہاتھ وزبان سے محفوظ رکھنا، نعمت پر شکر کرنا مصیبت پر صبر کرنا، گانے کی طرف کان نہ لگانا۔ (الترغیب والترہیب)

سنت: اہل بیت، صحابہ کرام، ازواج مطہرات سب سے محبت رکھنا۔ (ترمذی)

سنت: سردار دو عالم ﷺ پر درود شریف پڑھتے رہنا (ترمذی)

سنت: دعا کے اول وآخر میں درود شریف پڑھنا۔ (مشکوٰۃ)

سنت: خوش طبعی کرنا اور اس میں سچ بولنا (نشر الطیب)

سنت: اپنے اوقات میں کچھ وقت اللہ کی عبادت کے لیے کچھ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے (جیسے ان سے ہنسنا بولنا) ایک حصہ اپنے بدن کی راحت کے لیے نکالنا۔

سنت: دین کی بات سن کر دوسرے مسلمان تک پہنچانا۔

سنت: اپنی زبان کو لایعنی (فضول) باتوں سے بچانا۔

سنت: کشادہ روئی اور حسن اخلاق کے ساتھ ملنا۔

سنت: اپنے ملنے جلنے والوں کے حالات کا استفسار کرنا۔

سنت: اچھی بات سن کر اس کی اچھائی اور بری بات سن کر اس کی برائی سمجھنا۔

سنت: ہر کام کو انتظام سے کرنا۔

سنت: مجلس میں جو جگہ مل جائے اس جگہ بیٹھ جانا۔

سنت: کوئی شخص جہاں بیٹھا ہے اس کو کسی ترکیب سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھنا۔

سنت: سات برس کا بچہ ہو جائے تو نماز و دیگر دین کی باتوں کا حکم کرنا۔

سنت: دس برس کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھوانا۔ (ہذا الکل من نشر الطیب)

سنت: جب آپ ﷺ کے پاس ہدیۃً کوئی پھل آتا اور وہ پھل اول مرتبہ ہی کھانے کے قابل ہوتا تو اس کو آپ ﷺ آنکھوں سے لگاتے پھر دونوں ہونٹوں سے لگاتے اور فرماتے: اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَہٗ فَاَرِنَا اٰخِرَہٗ، پھر بچوں کو دے دیتے جو بھی بچے اس وقت آپ ﷺ کے پاس ہوتے۔ (ابن السنی)

سنت: جب آپ ﷺ سر میں تیل لگانے کا قصد فرماتے تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں اس تیل

کو رکھتے اور پہلے آبروؤں پر، پھر آنکھوں پر اور پھر سر پر لگاتے (مراد پلکیں ہیں) اس طرح جب داڑھی مبارک پر تیل لگانا چاہتے تو پہلے آنکھوں کو لگاتے، پھر داڑھی میں لگاتے۔ (شیرازی عزیزی)

سنت: جب آپ کو خوشبودار تیل پیش کیا جاتا تو پہلے آپ ﷺ اس میں انگلیاں ڈبوتے پھر جہاں لگانا ہوتا انگلیوں سے استعمال فرماتے۔ (ابن عساکر)۔

سنت: جب حضور ﷺ غمگین ہوتے تو داڑھی مبارک کو ہاتھ میں لے لیتے اور داڑھی کو دیکھتے تھے۔ (شیرازی) ایک روایت میں ہے کہ غم کے وقت اکثر آپ ﷺ داڑھی مبارک پر ہاتھ لے جایا کرتے تھے۔

سنت: جب آپ ﷺ کو کوئی دشواری پیش آتی تو سر آسمان کی طرف لے جاتے اور کہتے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ (ترمذی)

سنت: جب آپ ﷺ کو کسی کے متعلق بری بات معلوم ہوتی تو یوں نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص کو کیا ہوا، ایسا ایسا کرتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ (ترمذی)

سنت: جب آپ کو زیادہ ہنسی آتی تو آپ ﷺ منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے (بغوی)

سنت: جب حضور اکرم ﷺ ازواج مطہرات کے پاس ہوتے تو بہت نرمی اور خاطرداری اور بہت اچھی طرح ہنستے بولتے تھے۔ (ابن عساکر)

سنت: جب حضور اکرم ﷺ کسی کی عیادت فرماتے تو اس سے آپ ﷺ یہ کہتے تھے: لَا بَاْسَ طَھُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔ (بخاری)

سنت: جناب رسول مقبول ﷺ جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے لیے فرماتے، پھر دوسروں کے لیے فرماتے (طبرانی)

سنت: جب آپ ﷺ کو کوئی پریشانی یا خوف ہوتا تو اس طرح پڑھا کرتے اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔ (نسائی)

سنت: جب آپ ﷺ کو چھینک آتی تو ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو پست فرماتے تھے۔ (ترمذی)

سنت: جب آپ ﷺ کو کھڑے ہوئے غصہ آتا تو بیٹھ جاتے اور بیٹھے ہوئے غصہ آتا تو

لیٹ جاتے تھے (تا کہ غصہ فرو ہو جائے)۔ (ابن ابی الدنیا)

سنت: آنحضرت ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو خود بھی اور دوسروں کو بھی فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، (اللہ اسے منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رکھے) (ابوداؤد)

سنت: آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب آپ کے صحابہؓ میں سے کوئی آپ سے ملتا اور وہ ٹھہر جاتا تو اس کے ساتھ آپ بھی ٹھہر جاتے اور جب تک وہ نہ جاتا آپ ٹھہرے ہی رہتے، اور جب کوئی آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہتا تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ دے دیتے اور جب تک وہ خود نہ ہاتھ چھوڑے آپ ﷺ ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ اپنا کسی سے چہرہ نہ پھیرتے جب تک وہ نہ پھیرتا، اور کوئی چپکے سے بات کہنا چاہتا تو آپ ﷺ کان اس کی طرف کر دیتے تھے اور جب تک وہ فارغ نہ ہوتا آپ ﷺ کان نہیں ہٹاتے تھے۔ (نسائی)

سنت: جب آپ ﷺ چلتے تھے تو لوگوں کو آگے سے ہٹایا نہیں جاتا تھا، (طبرانی)

هُوَالْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَهٗ یَتَضَوَّعُ (یہ ایسی مشک ہے، جتنی دفعہ پڑھو، عمل کرو، خوشبوئی خوشبو مہکاتی ہے) یہ ان کی باتیں ہیں جو خداوند تعالیٰ کی ساری مخلوقات اور کائنات کے سردار فخر الانبیاء خاتم النبیین ہیں!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ بِعَدَدِ مَا یُحِبُّهٗ وَیَرْضَاهُ.

فصل اول

درود شریف پڑھنے کا حکم

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے ارشاد فرمایا رسول مقبول ﷺ نے کہ جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کہ مجھ پر درود پیش ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان)

۳۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو کہ وہ تمہارے لئے موجب پاکی ہے۔ (ابویعلی موصلی)

۴۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود پڑھے۔ (نسائی، معجم اوسط طبرانی، ابویعلی موصلی، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی)

۵۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص میرا ذکر کرے تو اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ (ابویعلی موصلی)

۶۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے درود پڑھا کرو مجھ پر، تمہارا درود مجھ کو پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو، (نسائی، گلشن رحمت)

فصل دوم

تارکِ درود پر زجر اور وعید

۱۔ حدیث شریف میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر درود نہ ہو قیامت کے روز وہ مجلس اُن لوگوں کے حق میں باعث حسرت ہوگی گو ثواب کے لئے جنت ہی میں داخل ہو جاویں۔ (ابن حبان، ابوداؤد)

۲۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بڑا بخیل وہ شخص ہے کہ اس کے روبرو میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی، ابن حبان)

۳۔ اور ارشاد فرمایا رسول نے ملیا میٹ ہو جائے وہ شخص کہ اس کے روبرو میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)

۴۔ ابن ماجہ نے بسند حسن اور حافظ ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی بھول گیا مجھ پر درود بھیجنا بھٹک گیا وہ راہ جنت سے۔ (فضائل درود شریف)

فصل سوم

فضائل درود شریف

۱۔ سب سے بڑھ کر تو فضیلت اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود صلوٰۃ کی نسبت اپنی اور اپنے ملائکہ کی طرف فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی . تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جمعہ کے روز جو شخص مجھ پر

درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (صحیح المستدرک للحاکم)

۳۔اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کر دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے لیتا ہوں۔

۴۔اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ قیامت کے روز میرے ساتھ اس کو قرب ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔ (ترمذی)

۵۔اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے بہت سے فرشتے اسی کام کے ہیں کہ سیاحی کرتے رہتے ہیں اور جو شخص میری اُمت میں سلام بھیجتا ہے اس کو میرے پاس پہنچاتے ہیں۔ (نسائی، ابن حبان)

۶۔اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملا، انہوں نے مجھ کو خوشخبری سنائی کہ پروردگار عالم فرماتے ہیں کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اُس پر رحمت بھیجوں گا اور جو شخص آپ پر سلام پڑھے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ میں نے یہ سن کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ (صحیح المستدرک للحاکم)

۷۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر صلوٰۃ کی کثرت کیا کرتا ہوں تو کس قدر صلوٰۃ اپنا معمول رکھوں، فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے میں نے کہا کہ ایک رُبع، یعنی تین رُبع اور وظائف رہیں، فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے اور اگر بڑھا دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا نصف، فرمایا جس قدر چاہو اور اگر زیادہ کرو تو اور بہتر ہے میں نے کہا تو پھر سب درود ہی درود رکھوں گا، فرمایا تو اب تمہارے سب فکروں کی بھی کفایت ہو جاوے گی اور تمہارا گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ (ترمذی)

۸۔اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں اور اُس کے دس گناہ معاف ہوں اور اس کے دس درجے بڑھیں اور دس نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں۔ (معجم کبیر طبرانی)

۹۔اور ایک روایت میں ہے کہ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور ملائکہ اس کے لئے ستر بار دعا کرتے ہیں۔

۱۰۔کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ

السلام کو وحی فرمائی کہ تم چاہتے ہو کہ قیامت کے روز تم کو پیاس نہ لگے، عرض کیا ہاں ارشاد ہوا کہ محمد ﷺ پر درود کی کثرت کیا کرو۔ (اصبہانی۔ حاشیۃ الحزب)

۱۱۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر درود کی کثرت کرے گا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (دیلمی حاشیۃ الحزب)

۱۲۔اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے اُس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ سے فاصلے پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے یعنی بذریعہ ملائکہ کے۔ (بیہقی شعب الایمان)

۱۳۔دُرمختار میں اصبہانی سے نقل کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر درود پڑھے اور وہ قبول ہو جائے تو ۸۰ سال کے گناہ اس کے محو ہو جاتے ہیں۔

۱۴۔شفا میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے، فرشتہ اس درود کو لے کر مجھ تک پہنچاتا ہے اور نام لے کر کہتا ہے کہ فلانا ایسا کہتا ہے یعنی اس طرح درود بھیجتا ہے۔ (فضائل درود شریف)

۱۵۔ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کثرت کرو مجھ پر درود بھیجنے کی بتحقیق وہ پاکیزگی ہے واسطے تمہارے یعنی بسبب درود کے گناہوں سے پاکی اور ہر طرح کی ظاہر و باطنی جانی و مالی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ (فضائل درود شریف)

۱۶۔امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں یعنی اُس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اب اختیار ہے خواہ کم درود بھیجو مجھ پر یا زیادہ مقصود یہ ہے کہ درود بکثرت پڑھنا چاہئے۔ (فضائل درود شریف)

۱۷۔طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص درود بھیجے مجھ پر کسی کتاب میں ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے، جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔ (فضائل درود شریف)

۱۸۔امام مستغفری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی ہر روز سو بار درود پڑھے اس کی سو حاجتیں پوری کی جاویں تیس دنیا کی باقی آخرت کی۔ (فضائل درود شریف)

۱۹۔ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار درود بھیجے اور شام کو دس بار، قیامت کے روز اس کے لئے میری شفاعت ہوگی۔ (فضائل درود شریف)

۲۰۔ ابو حفص ابن شاہینؒ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر ہزار مرتبہ درود پڑھے نہ مرے گا جب تک کہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے گا۔ (سعایہ)

۲۱۔ دیلمیؒ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے ہول اور خطرات سے وہ شخص زیادہ نجات پائے گا جو دنیا میں مجھ پر درود زیادہ بھیجتا ہوگا۔ (سعایہ)

فصل چہارم

مسائل متعلقہ درود شریف

مسئلہ نمبر۱: عمر بھر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے بوجہ حکم صلوا کے جو شعبان ۲ھ میں نازل ہوا۔

۲۔ اگر ایک مجلس میں کئی بار آپ کا نام پاک ذکر کیا جاوے تو طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر بار میں ذکر کرنے والے اور سننے والے پر درود پڑھنا واجب ہے مگر فتویٰ یہ ہے کہ ایک بار واجب ہے پھر مستحب ہے۔

۳۔ نماز میں بجز تشہد اخیر کے دوسرے ارکان میں درود پڑھنا مکروہ ہے۔ دُرمختار۔

۴۔ جب خطبہ میں حضور ﷺ کا نام مبارک آئے یا خطیب یہ آیت پڑھے۔ یایھا الذین امنو اصلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اپنے دل میں بلا جنبش زبان کے ﷺ کہہ لے۔ درمختار۔

۵ بے وضو درود شریف پڑھنا جائز ہے اور باوضو نور علی نور ہے۔

۶۔ بجز حضرات انبیاء و حضرات ملائکہ علیہم السلام کے کسی اور پر استقلالاً درود شریف نہ پڑھے البتہ تبعاً مضائقہ نہیں مثلاً یوں نہ کہے۔ اللھم صل علی ال محمد بلکہ یوں کہے اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد۔ درمختار

۷۔ درمختار میں ہے کہ اسباب تجارت کھولنے کے وقت یا ایسے ہی کسی موقع پر یعنی جہاں درود شریف پڑھنا مقصود نہ ہو بلکہ کسی دنیوی غرض کا اس کو ذریعہ بنایا جاوے تو درود شریف پڑھنا ممنوع ہے۔

۸۔ درمختار میں ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور آواز بلند کرنا جہل ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رسم ہے کہ نمازوں کے بعد حلقہ باندھ کر بہت چلا چلا کر درود شریف پڑھتے ہیں قابل ترک ہے۔

فصل ہفتم

مواقع درود شریف

۱۔ جب نام مبارک زبان پر یا کان میں آئے جیسا کہ مسائل میں گزرا۔

۲۔ جب کسی مجلس میں بیٹھے تو اُٹھنے سے پہلے درود شریف پڑھ لے جیسا زجر (فصل دوم) میں گزرا۔

۳۔ دعا کے اول و آخر میں پڑھے جیسا خواص میں گزرا۔

۴۔ مسجد میں جانے اور اس سے باہر آنے کے وقت حدیث شریف میں یہ پڑھنا آیا ہے۔ بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ (فضائل درود شریف)

۵۔ بعد اذان کے مسلم اور ترمذی میں ہے کہ درود بھیجے نبی ﷺ پر اور مانگے آپ کے لئے وسیلہ اللہ تعالیٰ سے۔ (فضائل درود شریف)

۶۔ بوقت وضو کے ابن ماجہ میں ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں وضو ہوتا اس شخص کا جو صلوٰۃ نہ بھیجے نبی ﷺ پر (فضائل درود شریف)، یعنی پورا ثواب نہیں ملتا۔

۷۔ بوقت زیارت قبر شریف کے بیہقی نے روایت کیا ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں سن لیتا ہوں۔ (فضائل درود شریف)

۸۔ ابتدائے رسائل و کتب میں بعد بسم اللہ اور حمد کے درود و سلام لکھنا ابن حجر مکیؒ نے لکھا ہے کہ یہ طریقہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جاری ہوا، خود اُنھوں نے اپنے خطوط میں اسی طرح لکھا۔ (فضائل درود شریف)

۹۔ بوقت جاگنے کے رات میں واسطے تہجد کے، نسائی نے سنن کبیر میں ایک حدیث طویل میں نقل کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ پسند کرتا ہے ایسے آدمی کو جو رات کے بیچ میں اُٹھے اور کسی کو خبر نہ ہو پھر وضو کرے پھر حمد الٰہی کرے اور درود پڑھے پھر قرآن مجید پڑھنا شروع کرے۔ (فضائل درود شریف)

۱۰۔ واسطے دفع بلیات مثل وبا و زلزلہ وغیرہ کے، جلال الدین سیوطی نے اور دوسرے محدثین نے احادیث سے اس کو استنباط کیا ہے۔ (فضائل درود شریف)

باب نمبر ۷

سنت اور اہل سنت

سنت وبدعت کے بارے میں چند اُمور

نبی کریم ﷺ سے محبت کا تقاضا اور سب سے بڑی علامت یہی ہے کہ آپ ﷺ کی جملہ سنتوں کی اتباع کی جائے، گذشتہ صفحات میں کئی جگہ سنت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں سنت کی ضد بدعت ہے۔ اس لئے ذیل میں بدعت کے بارہ میں چند امور پیش خدمت ہیں، تاکہ بدعت کی ظلمت اور سنت کا نور پوری طرح عیاں ہو جائے۔

سنت وبدعت باہم متقابل ہیں، جب کہا جائے کہ فلاں چیز سنت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ "بدعت" نہیں۔ اور جب کہا جائے کہ یہ چیز "بدعت" ہے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیز خلاف سنت ہے۔

شریعت کیا ہے

میرا آپ کا اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد ایک طرف گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں، تو دوسری طرف آئندہ قیامت تک کے لئے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا گویا آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ایک آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے جس کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ کی پسند و ناپسند معلوم ہو سکتی ہے اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں، آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف

سے پسند و ناپسند کا جو آئین دیا اسی کا نام دین و شریعت ہے۔ جس کی تکمیل کا اعلان آنحضرت ﷺ کے وصال سے تین مہینے پہلے میدان عرفات میں کر دیا گیا۔ اب نہ اس دین میں کمی ہو سکتی ہے اور نہ کسی اضافے کی گنجائش ہے۔

صحابہ ثقہ وامین ہیں

سنت طریقہ کو کہتے ہیں، پس عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات اور عادات میں آنحضرت ﷺ نے جو طریقہ اپنایا وہ "سنت" ہے اور اس کے خلاف "بدعت" ہے۔ طریقہ نبوی ﷺ کا علم ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت کے ساتھ خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے، اس لئے خلفائے راشدینؓ کی سنت بھی سنت نبوی ﷺ کا حکم رکھتی ہے، نیز آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں ان کو دین کے معاملہ میں ثقہ اور امین فرمایا ہے،

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

أَكْرِمُوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ، الْحَدِيثَ. (مشکوۃ ص ۵۵۴)

ترجمہ:۔ میرے صحابہ کی عزت کرو، کیونکہ وہ تم میں سب سے پسندیدہ لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، اس کے بعد جھوٹ کا ظہور ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ میرا جو صحابی کسی زمین میں فوت ہوگا وہ قیامت کے دن لوگوں کا قائد اور نور بن کر اُٹھے گا۔ (حوالہ بالا)

یہ مضمون بہت سی احادیث میں ارشاد ہوا ہے، ادھر قرآن کریم نے جماعت صحابہؓ کو "المومنین" اور "خیر امت" کا خطاب دے کر ان کے راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے اور جو شخص ان کے راستے سے ہٹ جائے اسے گمراہ قرار دے کر اس کو جہنم میں جھونکنے کی وعید سنائی ہے۔ اور بہت سی آیات کریمہ میں صحابہ کرام کو رحمت ورضوان کے مژدے سنائے ہیں۔ اس لئے حضرات صحابہ کرامؓ کی سنت ہی دراصل آنحضرت ﷺ کی سنت

مطہرہ کا آئینہ ہے۔ جو کام ان اکابر نے بالاتفاق کیا ہو یا جس کام کو بالاتفاق ترک کیا ہو وہ قطعی ہے، اور اس سے انحراف کسی کے لئے جائز نہیں، اور جو کام بعض صحابہؓ نے کیا اور کسی نے اس پر نکیر نہ کی وہ بھی بلاشبہ حق وصواب ہے۔ اور اس میں کسی شک وارتیاب کی گنجائش نہیں،

الغرض کسی چیز پر صحابہ کرامؓ کا تعامل اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے تین زمانے کے لوگوں کو خیر القرون کے لوگ فرمایا ہے یعنی صحابہ کرامؓ ان کے شاگرد، اور ان کے شاگردوں کے شاگرد (ان کو تابعین اور تبع تابعین کہا جاتا ہے) اس لئے ان تین زمانوں میں بغیر کسی روک ٹوک کے جس چیز پر مسلمانوں کا عمل درآمد رہا وہ سنت کے دائرے میں آتی ہے۔

بدعت اور اسکی تشریح

"سنت" کی اس تشریح سے "بدعت" کی حقیقت خود بخود معلوم ہو جاتی ہے۔ یعنی جو چیز آنحضرت ﷺ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں معمول ومروج نہ رہی ہو اس کو دین کی بات سمجھ کر کرنا "بدعت" کہلاتا ہے مگر اس کے مزید تشریح کے لئے چند چیزوں کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

اول: یہ کہ جس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ سے ایک سے زیادہ صورتیں منقول ہوں وہ سب سنت کہلائیں گی ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے دوسری کو "بدعت" کہنا جائز نہیں، الا یہ کہ ان میں سے ایک منسوخ ہو مثلاً آنحضرت ﷺ سے آمین بالجہر بھی ثابت ہے اور آہستہ بھی۔۔۔۔ لہذا یہ دونوں سنت ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو "بدعت" کہہ کر اس کی مخالفت جائز نہیں۔

دوم: ایک کام آنحضرت ﷺ کا اکثری معمول تھا، مگر دوسرا کام آپ ﷺ نے کبھی ایک آدھ مرتبہ کیا، اس صورت میں اصل "سنت" تو آپ ﷺ کا اکثری معمول ہوگا مگر دوسرے کام کو بھی جو آپ ﷺ نے بیان جواز کے لئے کیا "بدعت" کہنا صحیح نہیں ہوگا، اسے "جائز" کہیں گے اگرچہ اصل سنت وہی ہے جس پر آپ ﷺ نے ہمیشہ عمل فرمایا۔

سوم: ان تین زمانوں کے بعد جو چیزیں وجود میں آئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں

ایک وہ جن کو خود مقصود سمجھا جاتا ہے دوسری وہ جو خود مقصود بالذات نہیں بلکہ کسی مامور شرعی کے حصول کا ذریعہ سمجھ کر ان کو کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ میں دین کا علم سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کے بے شمار فضائل آئے ہیں اور اس کی نہایت تاکید فرمائی گئی ہے اب حصول علم کے وہ ذرائع جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ وتابعین کے زمانے کے بعد ایجاد ہوئے ان کو اختیار کرنا بدعت نہیں کہلائے گا۔ (بشرطیکہ وہ بذات خود جائز ہوں) کیونکہ یہ ذرائع خود مقصود بالذات نہیں، بلکہ مامور شرعی کا ذریعہ محض ہیں۔

اسی طرح مثلاً قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ میں جہاد کے بہت سے فضائل آئے ہیں، تو جن ذرائع سے جہاد کیا جاتا ہے اور جو ہتھیار جہاد میں استعمال کئے جاتے ہیں ان کو اختیار کرنا محض اس لئے "بدعت" نہیں کہلائے گا کہ آنحضرت ﷺ وصحابہ کرامؓ کے مبارک دور میں یہ آلات وذرائع نہیں تھے کیونکہ یہ ذرائع خود مقصود بالذات نہیں نہ ان کو بذات خود دین سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح سفر حج بہت بڑی عبادت ہے، مگر سفر کے جدید ذرائع اختیار کرنا بدعت نہیں کیونکہ ہوائی جہاز یا بحری جہاز میں بیٹھنے کو بذات خود عبادت نہیں سمجھا جاتا بلکہ حصول عبادت کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

الغرض جو چیزیں مامورات شرعیہ کے لئے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہیں ان کا استعمال جائز ہے لیکن کسی چیز کو بذات خود دین کے کام کی حیثیت سے ایجاد کرنا بدعت ہے۔

چہارم: قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ میں بہت سے مسائل شریعت کے اُصول وقواعد ارشاد فرمائے گئے ہیں اور اہل استنباط کو ان اُصول وقواعد کی روشنی میں ان نئے مسائل کا حکم معلوم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جو بعد میں رونما ہونے والے تھے۔ پس خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اس حکم کی تعمیل میں ائمہ ہدیٰ نے جو مسائل قرآن وسنت سے نکالے ان کو بھی بدعت نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ وہ سب قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ سے ہی ثابت کئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم سنت نبوی، تعامل صحابہ وتابعین کے بعد ائمہ اجتہاد کے اجتہادی مسائل کو بھی دین کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اور "اجتہاد" بھی دلائل شرعیہ میں سے ایک غیر مستقل شرعی دلیل ہے۔

پنجم: جو بات نہ قرآن کریم سے ثابت ہو، نہ حدیث نبوی ﷺ سے نہ تعامل صحابہ وتابعین سے اور نہ فقہائے امت کے اجتہاد وقیاس سے وہ دین سے خارج ہے اس کو نہ کسی بزرگ کے کشف والہام سے "دین" بنایا جاسکتا ہے اور نہ کسی پڑھے لکھے کی قیاس آرائی سے۔۔۔۔ کیونکہ شریعت کے دلائل یہی چار (کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع اُمت اور قیاس) ہیں جو میں نے اوپر ذکر کئے ان کے علاوہ کسی چیز کو شرعی دلیل کی حیثیت سے پیش کرنا بجائے خود "بدعت" ہے چہ جائیکہ اس سے دین کی کسی چیز کو ثابت کیا جائے۔

اقسام بدعت

"بدعت" کی دو قسمیں ہیں ایک اعتقادی، دوسری عملی۔۔۔۔ اعتقادی بدعت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ ایسے عقائد ونظریات رکھے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ وتابعین کے خلاف ہوں۔ "ظلمات بعضها فوق بعض" کے مطابق، آگے ان کی بہت سے قسمیں بن جاتی ہیں، بعض صریح کفر ہیں، جیسے قادیانیوں کا یہ عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی۔۔۔ نعوذ باللہ۔۔۔ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ یا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں وغیرہ اور بعض اعتقادی بدعتیں کفر تو نہیں، مگر ان کو ضلالت وگمراہی کہا جائے گا۔

عملی بدعت یہ کہ کسی عقیدے میں تو تبدیلی نہ ہو، مگر بعض اعمال ایسے اختیار کئے جائیں جو سلف صالحین سے منقول نہیں۔

صاحب بدعت کے لئے وعیدات

آنحضرت ﷺ نے "بدعت" کی جتنی مذمت فرمائی ہے شائد کفر وشرک کے بعد کسی اور چیز کی اتنی برائی نہیں بیان فرمائی ایسی سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت کو آنحضرت ﷺ نے مردود وملعون اور ضلالت وگمراہی فرمایا ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص بدعت ایجاد کرے یا اس میں مبتلا ہو وہ آنحضرت ﷺ کی نظر میں کس قدر ذلیل آدمی ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اس کا کوئی فرض ونفل اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں، ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد دی، ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص "الجماعت" سے

ایک بالشت بھی دور ہٹا اس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے اُتار پھینکا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

ان ارشادات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بظاہر معمولی سی بدعت سے بھی کس قدر نفرت تھی۔

علماءِ حق کو بدعت سے نفرت کیوں؟

رہا یہ کہ ''بدعت'' اس قدر مبغوض چیز کیوں ہے؟ اکابر اُمت نے اس پر بہت طویل کلام کیا ہے میں نہایت اختصار کے ساتھ یہاں چند وجوہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں

بدعتی کا دین پر حملہ

دین اسلام کی تکمیل آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہو چکی اور وہ تمام باتیں جن سے حق تعالیٰ شانہ کا قرب و رضا حاصل ہوسکتی تھی ان کو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمادیا، اب جو شخص دین کے نام پر کوئی بدعت گھڑ کر لوگوں کو اس کی دعوت دیتا ہے وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد ﷺ کا دین نعوذ باللہ ناقص ہے اور قرب و رضائے خداوندی کا جو راستہ اس احمق کو معلوم ہوا ہے وہ محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) معلوم نہیں ہوا، یا وہ کہنا چاہتا ہے کہ شریعت کا جو فہم اور منشائے خداوندی کا جو ادراک اس مبتدع کو ہوا وہ نہ تو آنحضرت ﷺ کو ہوا اور نہ صحابہؓ و تابعینؒ کو۔۔۔ نعوذ باللہ۔

الغرض جو کام آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ و تابعینؒ نے نہیں کیا آج جو شخص اس کو عبادت اور دین بتاتا ہے وہ نہ صرف سلف صالحین پر بلکہ آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین پر حملہ کرتا ہے پس ایسے شخص کے مردود ہونے میں کیا شبہ ہے؟

بدعتی کو توبہ کی توفیق سے محرومی

بدعت کے علاوہ آدمی جو گناہ بھی کرتا ہے اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں ایک غلط کام کر رہا ہوں، وہ اس گناہ پر پشیمان ہوتا ہے اور اس سے توبہ کر لیتا ہے۔ مگر ''بدعت'' ایسا منحوس گناہ ہے کہ کرنے والا اس کو غلطی سمجھ کر نہیں بلکہ ایک ''اچھائی'' سمجھ کر کرتا ہے، اور شیطان اس گناہ کو اس کی نظر میں ایسا خوب صورت بنا کر پیش کرتا ہے کہ اسے اپنی غلط

روی کا کبھی احساس ہی نہ ہو پائے اور وہ مرتے دم تک توبہ سے محروم رہے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے گنہ گاروں اور پاپیوں کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، مگر بدعت کے مریض کو کبھی شفا نہیں ہوتی، اِلا یہ کہ خدا تعالیٰ کی خاص رحمت اس کی دستگیری کرے اور اس کی برائی اس کے سامنے کھل جائے۔

بدعتی کی حماقت

آدمی کو بدعت کی نحوست اور تاریکی سنت کے نور سے محروم کر دیتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّةٍ خَیْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ. (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص ۳۱)

ترجمہ:۔ جب کوئی قوم کوئی سی بدعت ایجاد کر لیتی ہے تو اس کی مثل سنت اس سے اُٹھالی جاتی ہے۔ اس لئے چھوٹی سے چھوٹی سنت پر عمل کرنا بظاہر اچھی سے اچھی بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے:

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِیْ دِیْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ
مِثْلَهَا ثُمَّ لَا یُعِیْدُهَا اِلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

(رواہ الدارمی عن حسان موقوفاً مشکوٰۃ ص ۳۱)

ترجمہ:۔ جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت گھڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بقدر سنت اس سے چھین لیتے ہیں اور پھر قیامت تک اسے ان کی طرف واپس نہیں لوٹاتے۔

اور سنت سے اس محرومی کا سبب یہ ہے کہ بدعت میں مبتلا ہونے کے بعد قلب کی نورانیت و صلاحیت زائل ہو جاتی ہے، آدمی حق و باطل کی تمیز کھو بیٹھتا ہے، اس کی مثال اس اناڑی کی سی ہو جاتی ہے جس کو کسی نوسر باز نے روپیہ بڑھانے کا جھانسہ دیکر اس سے اصلی نوٹ چھین لئے ہوں، اور جعلی نوٹوں کی گڈی اس کے ہاتھ میں تھمادی ہو، وہ احمق خوش ہے کہ اسے ایک کے بدلے میں سو مل گئے مگر یہ خوشی اسی وقت تک ہے جب تک وہ انہیں لیکر بازار کا رخ نہیں کرتا، بازار جاتے ہی اس کو نہ صرف کاغذ کے ان بے قیمت پرزوں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، بلکہ جعلی کرنسی کے الزام میں اسے ہتھکڑی بھی لگادی

جائے گی۔۔۔۔خوب سمجھ لیجئے کہ آخرت کے بازار میں صرف اور صرف محمد ﷺ کی سنت کا سکہ چلے گا اور جن لوگوں نے بدعتوں کی جعلی کرنسیوں کے انبار لگا رکھے ہیں وہاں ان کی قیمت ایک کوڑی بھی نہ ہوگی، بلکہ سکہ محمد ﷺ کے مقابلے میں جعلی کرنسی بنانے اور رکھنے کے الزام میں پابند سلاسل کر دیئے جائیں گے۔۔۔حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے کہ

حضور ﷺ کا طریقہ بدلنے والوں کے لئے پھٹکار

''میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیئے گا۔ اور جو ایک بار پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہیں ہوگی، کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گے، جن کو میں پہچانتا ہوں گا، اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائے گی، میں کہوں گا کہ یہ تو میرے آدمی ہیں۔ مجھے جواب ملے گا کہ ''آپ ﷺ نہیں جانتے انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا۔'' یہ جواب سن کر میں کہوں گا:

سُحقاً سُحقاً لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِی۔ (متفق علیہ، مشکوۃ ص ۴۸۸)

ترجمہ:۔ پھٹکار پھٹکار ان لوگوں کے لئے جنہوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدل ڈالا

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں وہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کے حوض کوثر سے محروم رہیں گے، اس سے بڑی محرومی کیا ہو سکتی ہے؟ یہی سبب ہے کہ اکابر امت کو ''بدعت'' سے سخت تنفر تھا، امام غزالیؒ ''امور عادیہ میں آنحضرت ﷺ کی پیروی اور اتباع سنت کی تاکید کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ امور عادیہ میں اتباع سنت کی ترغیب کے لئے بیان کیا تھا، اور جن اعمال کو عبادت سے تعلق ہے اور ان کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے ان میں بلا عذر اتباع سنت چھوڑ دینے کی تو سوائے کفر خفی یا حماقت جلی کے اور کوئی وجہ ہی سمجھ میں نہیں آتی'' (تبلیغ دین ترجمہ اربعین ص ۴۲)

اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

بندہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے تضرع اور زاری، التجاء وافتقار اور ذلت وانکسار کے ساتھ خفیہ اور علانیہ درخواست کرتا ہے کہ دین میں جو بات بھی نئی پیدا کی گئی ہے، اور جو بدعت بھی گھڑلی گئی ہے جو کہ خیرالبشر ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں نہیں تھی اگرچہ وہ چیز روشنی میں سفیدہ صبح کی طرح ہو اللہ تعالیٰ اس بندہ ضعیف اور اس کے متعلقین کو اس نئے ایجاد شدہ کام میں گرفتار نہ فرمائے، اور اس کے حسن پر فریفتہ نہ کرے، بطفیل سید مختار اور آل ابرار کے، علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(دفتر اول مکتوب ۱۸۶)

یہ ناکارہ حضرت مجددؒ کی یہ دعا اپنے لئے، آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دہراتا ہے۔

بدعت سے دین میں تحریف وتغیر

آنحضرت ﷺ کے مندرجہ بالا ارشاد گرامی سُحقاً سُحقاً لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِی۔ (پھٹکار پھٹکار ان لوگوں پر جنہوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدل دیا) سے ''بدعت'' کے مذموم ہونے کی ایک اور وجہ بھی معلوم ہوگئی، اور وہ یہ کہ ''بدعت'' سے دین میں تحریف وتغیر لازم آتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے یہ دین قیامت تک کے لئے نازل کیا ہے اور قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کو اس کا مکلف کیا ہے یہ تکلیف اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب کہ یہ دین اپنی اصلی شکل میں محفوظ بھی ہو، اور جس طرح پہلے دین لوگوں کی آراء

خواہشات کی نذر ہو کر مسخ ہو گئے اور ان کا حلیہ ہی بگڑ گیا اس دین کو یہ حادثہ پیش نہ آئے۔

پس جو لوگ بدعات ایجاد کرتے ہیں وہ دراصل دین اسلام کے چہرے کو مسخ کرتے ہیں اور اس میں تحریف اور تغیر وتبدل کا راستہ کھولتے ہیں مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا ہے اس لئے اس نے اپنی رحمت سے اس بات کا خود ہی انتظام فرما دیا ہے کہ یہ دین ہر دور میں انسانی خواہشات کی آمیزش اور بدعات کی ملاوٹ سے پاک رہے اور اہل بدعت جب بھی اس کے حسین چہرے پر بدعات کا گرد وغبار ڈالنے کی کوشش کریں، علمائے ربانیین کی ایک جماعت فوراً اسے جھاڑ پونچھ کر صاف کر دے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ. (مشکوٰۃ ص ۳۶)

ترجمہ:۔ ہر آئندہ نسل میں اس علم کے حامل ایسے عادل لوگ ہوتے رہیں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف باطل پرستوں کے غلط دعوؤں اور جاہلوں کی تاویلوں کو صاف کرتے رہیں گے۔

اس لئے الحمدللہ اس کا تو اطمینان ہے کہ اہل باطل اس دین کے حسین چہرے کو مسخ کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کا خود کار نظام پیدا فرما دیا ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ نئی نئی گھڑتیں اور بدعتیں ایجاد کر کے نہ صرف اپنی شقاوت میں اضافہ کرتے ہیں، بلکہ بہت سے جاہلوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

بدعت کے اسباب ومحرکات

شائد آپ دریافت کریں گے کہ یہ لوگ دین میں نئی نئی جدتیں کیوں نکالتے ہیں؟ اور ان کو خدا کا خوف اس سے کیوں مانع نہیں ہوتا؟ اس کو سمجھنے کے لئے مناسب ہوگا کہ ایجاد بدعت کے اسباب ومحرکات کا مختصر سا جائزہ لیا جائے۔

پہلا سبب جہالت

ایجاد بدعت کا پہلا سبب جہل ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ بدعت میں ایک ظاہری اور نمائشی حسن ہوتا ہے اور آدمی اس کی ظاہری شکل وصورت کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا

ہے۔ اور نفس یہ تاویل سمجھا دیتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے، شریعت میں اس کی ممانعت کیسے ہو سکتی ہے؟ بس اس کے ظاہری حسن اور اپنی پسند کو معیار بنا کر آدمی اس پر ریجھ جاتا ہے اور اس کے باطن میں جو قباحتیں اور خرابیاں ہیں ان پر اس کی نظر نہیں جاتی۔۔۔ اس کی مثال بالکل ایسے سمجھئے کہ کسی بدصورت مبروص کو اچھا لباس پہنا دیا جائے تو جو لوگ اس کی اندرونی کیفیت سے ناواقف ہیں اس کے خوش نما لباس کو دیکھ کر اسے جنت کی حور تصور کریں گے اور دور ہی سے اس کی خوب صورتی کے نادیدہ عاشق ہو جائیں گے عوام کی نظریں چونکہ ظاہری سطح تک محدود ہوتی ہیں اس لئے وہ سنت نبوی ﷺ کے اتنے عاشق نہیں ہوتے جس قدر کہ بدعات وخرافات پر فریفتہ ہوتے ہیں۔۔۔ اور جو لوگ عوام کی اس نفسیاتی کمزوری سے آگاہ ہیں انہیں بدعات کی ایجاد کے لئے تیار شدہ فصل مل جاتی ہے۔

دوسرا سبب شیطان کی تزوین

دوسرا سبب شیطان کی تسویل وتزویر ہے۔ آپ کو علم ہے کہ شیطان کو آنحضرت ﷺ کے دین، آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے مبارک طریقوں سے سب سے زیادہ دشمنی ہے وہ جانتا ہے کہ اولاد آدم کے جنت میں جانے کا بس یہی ایک راستہ ہے، وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ بڑی محنت وجانفشانی سے وہ لوگوں کو بہکا بہکا کر ان سے گناہ کرواتا ہے مگر گناہ کا کانٹا ان کے دل سے کسی طرح نہیں نکل پاتا اور وہ ایک بار اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر سچی توبہ کر لیتے ہیں تو اس کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ شیطان جب راندہ درگاہ ہوا تو اس لعین نے قسم کھا کر کہا کہ یا اللہ! آپ نے آدم (علیہ السلام) کی وجہ سے مجھے مردود بنا دیا ہے، میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک دم میں دم ہے اس کی اولاد کو گمراہ کروں گا، حق تعالیٰ شانہ نے اس کے جواب میں فرمایا، میں بھی اپنی عزت اور بلندی مرتبت کی قسم کھاتا ہوں کہ انہوں نے خواہ کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کئے ہوں جب تک میری بارگاہ میں آ کر معافی مانگتے رہیں گے کہ یا اللہ! ہم سے حماقت ہوئی، معاف کر دیجئے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

الغرض توبہ واستغفار نے شیطان کی کمر توڑ رکھی تھی، اور اسے بڑے بڑے پاپ کرانے کے بعد بھی انسانوں کے بارے میں یہ خطرہ رہتا تھا کہ

تر دامنی پہ اپنی اے زاہد نہ جائیو!
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اس لئے شیطان نے انسانیت کو گمراہ کرنے کے لئے ''بدعات'' کا بے خوف و خطر راستہ ایجاد کیا جن سے انہیں کبھی توبہ کی توفیق نہ ہو۔

شیطان معلم ملکوت رہ چکا ہے اور وہ ہر جائز کو ناجائز اور ہر ناروا کو روا ثابت کرنے کی اتنی تاویلیں جانتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت بھی اس کو استاذ مان جائے، اور پھر وہ ہر شخص کی نفسیات کا ماہر ہے وہ ہر طبقہ ہر گروہ اور ہر فرد کو الگ انداز میں گمراہ کرتا ہے جیسا کہ آج کے دور میں آپ دیکھتے ہیں کہ پروپیگنڈے کے زور سے کس طرح سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دیا جاتا ہے، ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا دیا جاتا ہے حق کو باطل اور باطل کو حق دکھایا جاتا ہے، یہ شیطان کے کرتب کا ادنیٰ نمونہ ہے مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوا کرتی ہے کہ دین کی وہ باتیں جن کا ثبوت آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے لوگ بڑی ڈھٹائی سے ان کا انکار کر دیتے ہیں اور ان کے بارے میں شکوک وشبہات کا دفتر کھول دیتے ہیں، لیکن ایسی باتیں جن کا خلاف دین اور خلاف عقل ہونا ایسی بدیہی بات ہے کہ ایک بچہ بھی اسے سمجھ سکتا ہے اس کو قرآن وحدیث کھول کھول کر لوگ دین ثابت کرتے ہیں اب اس کو شیطان کی تسویل کے سوا اور کس چیز کا نام دیا جائے؟ قرآن کریم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: "زین لھم الشیطن واعمالھم"۔ کہ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے سامنے آراستہ کر دیا ہے۔

الغرض دین حق کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا اور نئی نئی نظریاتی اور عملی بدعتوں کو ان کی نظر میں مزین کر دینا یہ شیطان کا وہ کاری حربہ ہے جس سے وہ اللہ کی مخلوق کو بلاخوف وخطر گمراہ کر سکتا ہے۔ یہ نکتہ ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہے۔ اور امام غزالیؒ، امام ابن جوزیؒ اور امام شعرانیؒ جیسے اکابر نے اس پر مستقل رسائل اور کتابیں لکھی ہیں۔

تیسرا سبب حب جاہ وشہرت پسندی

بدعات کی ایجاد کا تیسرا سبب حب جاہ اور شہرت پسندی کا مرض ہے یہ ایک

نفسیاتی چیز ہے کہ لوگ جدت پسندی میں دلچسپی لیتے ہیں، اور ہر نئی چیز کو (بشرطیکہ اس پر کوئی خوش نما غلاف چڑھا دیا جائے) دوڑ کر اچکتے ہیں۔ اس لئے شہرت پسندی کے مریض دین کے معاملہ میں بھی نئی نئی جدتیں تراشتے رہتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے دجال (فریبی) ہوں گے۔ وہ تمہیں ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی۔ نہ تمہارے باپ دادا نے، ان سے بچتے رہو، وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸)

چوتھا سبب غیر اقوام کی تقلید

بدعات کی اختراع وایجاد کا ایک اہم سبب غیر اقوام کی تقلید ہے، تمدن ومعاشرت کا یہ ایک فطری اُصول ہے کہ جب مختلف تہذیبوں کا امتزاج ہوتا ہے تو غیر شعوری طور پر ایک دوسری کو متاثر کرتی ہیں، جو قوم اپنے تہذیبی خصائص کے تحفظ کا اہتمام نہیں کرتی وہ اپنے بہت سے امتیازی اوصاف کھو بیٹھتی ہے۔۔۔۔ خصوصیت کے ساتھ جو تہذیب مفتوح ومغلوب ہو وہ غالب تہذیب کے سامنے سپر ڈال دیتی ہے مسلمان جب تک غالب وفاتح تھے اور ان میں اپنے تہذیبی خصائص کے تحفظ کی تب وتاب تھی اس وقت تک وہ دوسری تہذیبوں پر اثر انداز ہوتے رہے لیکن جب ان کی ایمانی حرارت ٹھنڈی ہو گئی، دلوں کی انگیٹھیاں سرد پڑ گئیں، اور ان میں من حیث القوم اپنے خصائص کے تحفظ کا ولولہ نہ رہا تو وہ خود دوسری تہذیبوں سے متاثر ہونے لگے، دور جدید میں مسلمانوں کا انگریزی تہذیب سے متاثر ہونا اس کی کافی شہادت ہے۔۔۔۔ اس اجنبی اثر پذیری کا نتیجہ بسا اوقات یہ بھی ہوا کہ غیر اقوام کے رسوم ورواج کو دینی حیثیت دیدی گئی اور اس کے جواز واستحسان کے ثبوت پیش کئے جانے لگے یہی راز ہے کہ ہر علاقے کے مسلمانوں میں الگ الگ بدعات رائج ہیں، ہندوستان میں جو بدعات رائج ہیں وہ عرب علاقوں میں نہیں، اور مصر وشام کی بہت سی بدعات ہندوستان میں رائج نہیں ہو سکیں۔

ہندوستان میں اسلام بڑی کثرت سے پھیلا مگر افسوس ہے کہ ان نو مسلموں کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام نہ ہو سکا، اس لئے وہ لوگ جو ہندو مذہب چھوڑ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اپنے سابقہ رسم ورواج سے آزاد نہ ہو سکے، بلکہ ہندو معاشرہ سے شدید

اختلاط کی بناء پر ان مسلمانوں میں بھی بہت سی یہ چیزیں در آئیں جو باہر سے آئے تھے۔۔۔ چنانچہ شادی اور مرگ کے موقعہ پر ہندوستان کے مسلمانوں میں جو خلاف شرع رسمیں رائج ہیں، اور جن کو مردوں سے زیادہ عورتیں جانتی ہیں وہ سب ہندو مذہب کے جراثیم ہیں، جیسا کہ ایک نومسلم عالم مولانا عبیداللہ نے ''تحفۃ الہند'' میں تحریر فرمایا ہے۔

میرا مقصد یہ نہیں کہ خدانخواستہ ہندوستانی مسلمان کی ساری چیزیں ہندوانہ ہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ سارے مسلمان ان میں مبتلا ہیں، بلکہ میری مراد ان رسوم و عادات سے ہے جن کا ثبوت ہماری اسلامی شریعت میں نہیں، بلکہ ہندو معاشرے میں ملتا ہے۔ بہت سے ایسے علاقے جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی مسلمان وہاں بہت ہی قلیل تعداد میں تھے اور ان کو اسلامی تعلیم و تربیت کا موقع میسر نہیں آتا تھا ان کے نام تک ہندوانہ تھے، وہ سر میں چوٹی تک رکھتے تھے ظاہر ہے جن لوگوں کی یہ حالت ہو وہ بے چارے ہندوانہ بدعات میں مبتلا نہ ہوتے تو اور کر بھی کیا سکتے تھے۔۔۔ اس سے دوسرے ممالک کے مغلوب مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور پھر چونکہ یہ رسوم و عادات گویا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی ہیں اس لئے وہ اسلامی تعلیم کو ایک نئی چیز سمجھتے ہیں بہت سی عورتوں اور ناواقف مردوں کو جب اسلامی مسائل سے مطلع کیا جائے تو انہیں یہ کہتے سنا گیا ہے'' نئے نئے مولوی، نئے نئے مسئلے''۔ گویا وہ رسم و رواج جو ہندو معاشرے سے وراثت میں ملا ہے وہ تو ایک مستقل دین کی حیثیت رکھتا ہے، اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات جن سے وہ ہمیشہ غافل اور ناواقف رہے ہیں ان کے نزدیک ایک نیا دین ہے۔

یہ تھے وہ چند اسباب جو اسلامی معاشرے میں بدعات کے فروغ کا سبب بنے اور مجھے افسوس ہے کہ اس میں قصور عوام سے زیادہ ان اہل علم کا ہے۔ جنہوں نے اسلام کی پاسبانی کا فریضہ انجام دینے اور دین قیم کو بدعات کی آلائش سے پاک رکھنے کے بجائے سیلاب بدعات میں بہہ جانے کو کمال سمجھ لیا۔

سنت و بدعت میں فرق کیلئے چند اصول

اب میں چند اصول عرض کرتا ہوں جن سے سنت و بدعت کے امتیاز میں مدد مل سکے گی۔۔۔ اس کا اصل الاصول تو اوپر عرض کر چکا ہوں کہ جو چیز سلف صالحین کے زمانہ

میں نہیں تھی اسے دین سمجھ کر اختیار کرنا ''بدعت'' کہلاتا ہے تاہم اس اصول کو چند ذیلی اصولوں کے تحت ضبط کیا جا سکتا ہے۔

اصل اول

شریعت نے ایک چیز ایک موقعہ پر تجویز کی ہے۔ جب ہم محض اپنی رائے اور خواہش سے اس کو دوسرے موقعہ پر تجویز کریں گے تو وہ بدعت بن جائے گی۔

مثال اول

درود شریف نماز کے آخری التحیات میں پڑھا جاتا ہے اگر ہم اجتہاد لڑائیں کہ درود شریف کوئی بری چیز تو نہیں اگر اس کو پہلی ''التحیات'' میں پڑھ لیا جائے تو کیا حرج ہے؟ تو ہمارا یہ اجتہاد غلط ہوگا۔ اور پہلی التحیات میں درود شریف پڑھنا بدعت کہلائے گا، فقہاء امت نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص بھولے سے پہلی التحیات میں درود شریف شروع کر لے تو اگر صرف ''اللھم صل علی'' تک پڑھا تھا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ فقرہ مکمل نہیں ہوا لیکن اگر ''علی محمد'' تک پڑھ لیا ہے تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز دوبارہ لوٹانی ہوگی۔

مثال دوم

کوئی شخص یہ اجتہاد کرے کہ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' روضہ اقدس پر پڑھا جاتا ہے، اگر کوئی اپنے وطن میں بیٹھا بھی پڑھتا رہے تو کیا حرج ہے؟ اس کا یہ اجتہاد بھی ''بدعت'' کہلائے گا۔ اس لئے کہ فقہائے امت نے ان الفاظ کے ساتھ سلام بھیجنے کا ایک خاص موقع مقرر کر دیا ہے، اگر اس موقع کے علاوہ بھی یہ صحیح ہوتا تو شریعت اس کی اجازت دیتی اور سلف صالحین اس پر عمل کرتے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت سالم بن عبید صحابیؓ کی مجلس میں ایک صاحب کو چھینک آئی تو اس نے کہا ''السلام علیکم'' آپ نے فرمایا ''تجھ پر بھی اور تیری ماں پر بھی'' وہ صاحب اس سے ذرا بگڑے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو وہی بات کہی ہے جو ایسے موقع پر آنحضرت ﷺ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں کسی کو چھینک آئی

اور وہ۔۔۔۔''السلام علیکم'' کہتا تو آپ فرماتے ''تجھ پر بھی اور تیری ماں پر بھی''۔۔۔۔اور پھر ارشاد فرماتے کہ جب کسی کو چھینک آئے اسے ''الحمد للہ'' کہنا چاہئے، سننے والوں کو ''یرحمک اللہ'' کہنا چاہئے، اور اسے جواب میں پھر ''یغفر اللہ لی ولکم'' کہنا چاہئے۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۰۶)

مطلب یہ کہ ''السلام علیکم'' کا جو موقع شریعت نے تجویز کیا ہے اس سے ہٹ کر دوسرے موقع پر سلام کہنا ''بدعت'' ہے۔

مثال سوم

قبر پر اذان کہنا ہے سب جانتے ہیں کہ شریعت نے نماز پنج گانہ اور جمعہ کے سوا عیدین کسوف وخسوف استسقاء اور جنازہ کی نمازوں کے لئے بھی اذان واقامت تجویز نہیں کی، اب اگر کوئی شخص اجتہاد کرے کہ جیسے پانچ نمازوں کے اعلان واطلاع کے لئے اذان کی ضرورت ہے وہی ضرورت یہاں بھی موجود ہے لہذا ان نمازوں میں اذان کہنی چاہئے، تو اس کا یہ اجتہاد صریح غلط ہوگا۔ اس لئے کہ جو مصلحت اس کی عقل شریف میں آئی ہے اگر وہ لائق اعتبار ہوتی تو شریعت ان موقعوں پر بھی ضرور اذان کا حکم دیتی۔

مثال چہارم

کوئی شخص یہ اجتہاد کرے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اذان سنتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے، چونکہ مردے کے پاس سے شیطان کو بھگانا ضروری ہے اس لئے دفن کے بعد قبر پر بھی اذان کہی جائے، تو یہ اجتہاد بھی بالکل انکل پچو سمجھا جائے گا کیونکہ اول تو شیطان کا اغوا مرنے سے پہلے تک تھا، جو مر گیا شیطان کو اس سے کیا کام؟ دوسرے اگر یہ مصلحت صحیح ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ وتابعین کی سمجھ میں بھی آسکتی تھی، مگر آنحضرت ﷺ اور صحابہ وتابعین سے قبر پر اذان کہنا ثابت نہیں اسی بناء پر فقہاء اہلسنت نے اس کو ''بدعت'' کہا ہے، علامہ شامیؒ ''باب الاذان'' میں لکھتے ہیں کہ خیر رملی نے ''بحر الرائق کے حاشیے میں لکھا کہ بعض شافعیہ نے اذان مولود پر قیاس کرکے دفن میت کے وقت اذان کہنے کو مندوب کہا ہے مگر ابن حجر نے شرح عباب میں اس قیاس کو رد کیا ہے۔
(رد المختار ص ۳۸۵ ج ۱ طبع جدید)

اور دفن میت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ مصنف نے دفن میت کا صرف مسنون طریقہ ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میت کو قبر میں اتارنے کے موقعہ پر اذان کہنا مسنون نہیں، جس کی آج کل عادت ہوگئی ہے اور ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ یہ ''بدعت'' ہے۔ (ص ۲۳۵ ج ۲)

مثال پنجم

نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج ہے، شریعت نے باہر سے آنے والے کے لئے سلام اور مصافحہ مسنون ٹھہرایا ہے، مگر مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگ اچانک ایک دوسرے سے مصافحہ ومعانقہ کرنے لگیں سلف صالحین میں اس لغو حرکت کا رواج نہیں تھا بعد میں نہ جانے کس مصلحت کی بناء پر بعض لوگوں میں فجر، عصر، عیدین اور دوسری نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج چل نکلا، جس پر علمائے اہل سنت کو اس کے ''بدعت'' ہونے کا فتویٰ دینا پڑا، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ شرح مشکوۃ باب المصافحہ میں لکھتے ہیں:

یہ جو لوگ عام نمازوں کے بعد یا نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، یہ کوئی سنت نہیں، بدعت ہے
(اشعۃ اللمعات ص ۳۲ ج ۴)

علامہ ابن عابدین شامی میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا وَغَيْرُهُمْ بِكَرَاهَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمُعْتَادَةِ عَقِيْبَ الصَّلٰوتِ، مَعَ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ سُنَّةٌ وَمَاذَاكَ إِلَّا لِكَوْنِهَا لَمْ تُؤْثَرْ فِيْ خُصُوْصِ هٰذَا الْمَوْضِعِ (رد المحتار ص ۲۳۵ ج ۲)

ترجمہ:۔ اور ہمارے بعض علماء (احناف) اور دیگر حضرات نے صراحت کی ہے کہ نمازوں کے بعد جو مصافحہ کرنے کی عادت ہوگئی ہے، یہ مکروہ ہے باوجودیکہ اصل مصافحہ سنت ہے اس کے مکروہ بدعت ہونے کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ اس خاص موقعہ پر مصافحہ سلف صالحین سے منقول نہیں۔

یہ میں نے اس قاعدے کی چند مثالیں ذکر کی ہیں ورنہ اس کی بیسیوں مثالیں میرے سامنے

موجود ہیں، خلاصہ یہ کہ شریعت نے جس چیز کا جو موقعہ تجویز کیا ہے اس کے بجائے دوسری جگہ اس کام کو کرنا "بدعت" ہوگا۔

اصل دوم

شریعت نے جو چیز مطلق رکھی ہے اس میں اپنی طرف سے قیود لگا لینا بدعت ہے۔

مثال اول

شریعت نے زیارت قبور کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا، اب کسی بزرگ کی قبر پر جانے کے لئے ایک وقت مقرر کر لینا اور اسی کو ضروری سمجھنا بدعت ہوگا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے سوال کیا گیا کہ زیارت قبور کے لئے دن متعین کرنا، یا ان کے عرس پر جانا، جو کہ ایک معین دن ہوتا ہے درست ہے یا نہیں؟ جواب میں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> قبروں پر جانے کے لئے دن متعین کر لینا بدعت ہے، اور اصل زیارت جائز ہے۔۔۔ وقت کا تعین سلف صالحین میں نہیں تھا اور یہ بدعت اس طرح کی ہے کہ اس کی اصل تو جائز ہے مگر خصوصیت وقت بدعت ہے، اس کی مثال عصر کی نماز کے بعد مصافحہ ہے جس کا ملک توران وغیرہ میں رواج ہے اور اگر میت کے لئے دعا کی یا دوہائی کی خاطر عرس کا دن ہو تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو لازم کر لینا بھی بدعت ہے اسی قبیل سے جو کہ ابھی گزرا۔

(فتاوی عزیزی ص ۸۹ ج ۱)

اور آج کل بزرگوں کے عرس پر جو خرافات ہوتی ہیں اور جس طرح میلے لگتے ہیں اس کو تو کوئی عقلمند بھی صحیح اور جائز نہیں کہہ سکتا۔

مثال دوم

اسی طرح شریعت نے آنحضرت ﷺ بزرگان دین اور عام مسلمانوں کے ایصال ثواب کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا، آدمی جب چاہے ایصال ثواب کر سکتا ہے،

لہذا اس کے لئے خاص خاص اوقات اور خاص خاص صورتیں تجویز کر لینا اور انہی کی پابندی کو ضروری سمجھنا بدعت ہوگا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے سوال کیا گیا کہ ربیع الاول میں آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کے ایصال ثواب کے لئے اور محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں

> اس کام کے لئے دن وقت اور مہینہ مقرر کر لینا بدعت ہے، ہاں! اگر ایسے وقت عمل کیا جائے جس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے، مثلاً ماہ رمضان کہ اس میں بندہ مومن کا عمل ستر گنا بڑھ جاتا ہے تو مضائقہ نہیں کیونکہ پیغمبر ﷺ نے اس کی ترغیب فرمائی ہے، بقول امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو چیز کہ صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی ترغیب نہیں دی اور اس کا وقت مقرر نہیں فرمایا وہ فعل عبث ہے، اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مخالف ہے۔۔۔ اور جو چیز مخالف سنت ہو وہ حرام ہے، ہرگز روا نہ ہوگی اور اگر کسی کا جی چاہتا ہے تو خفیہ طور پر خیرات کر دے، جس دن بھی چاہے، تاکہ نمود و نمائش نہ ہو۔

(فتاوی عزیزی ص ۹۳)

اسی قاعدے کی بناء پر علماء اہل سنت نے تیجہ، ساتواں، تواں، چالیسواں کرنے کی رسم کو بدعت کہا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں:

> عادت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ تھی کہ میت کے لئے وقت نماز کے علاوہ جمع ہوں، اور قرآن خوانی کریں، اور ختم پڑھیں، نہ قبر پر اور نہ کسی دوسری جگہ۔۔۔ یہ سارا

چیزیں بدعت اور مکروہ ہیں ہاں اہل میت کی تعزیت کرنا، ان کو تسلی دلانا اور صبر کی تلقین کرنا سنت و مستحب ہے لیکن یہ تیسرے دن کا خاص اجتماع اور دوسرے تکلفات اور مردہ کا مال جو یتیموں کا حق بن چکا ہے، بغیر وصیت کے خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔ (ص ۲۷۳)

رسم قل

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے یہاں جو "رسم قل" کی جاتی ہے، برادری کے لوگ جمع ہوتے ہیں، ختم پڑھا جاتا ہے، اور دیگر رسمیں ادا کی جاتی ہے، یہ رسمیں خلاف شریعت اور بدعت ہیں، اپنی اپنی جگہ ذکر و تسبیح، تلاوت، درود شریف اور صدقہ خیرات کے ذریعہ میت کو ایصال ثواب جتنا چاہے کرے، اور میت کو ثواب بخشے، یہ بلا شبہ صحیح اور درست ہے، لیکن میت کے گھر جمع ہونا، اور اس کے مال سے کھانا تیار کرا کر خود بھی کھانا اور دوسروں کو بھی کھلانا شریعت کے خلاف ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

میرے مرنے کے بعد دنیوی رسمیں، جیسے دسواں، بیسواں، ششماہی اور برسی، کچھ نہ کریں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنے کو جائز نہیں رکھا بلکہ حرام قرار دیا ہے۔ (مالا بدمنہ ص ۱۶۰)

علامہ شامیؒ فتح القدیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ الضِّيَافَةُ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ، لِاَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ رَوَى الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلَى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ (ردالمحتار ص ۲۴۰ ج ۲)

ترجمہ:۔ اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت مکروہ ہے، اس

لئے یہ تو خوشی کے موقعہ پر مشروع ہے نہ کہ غمی کے موقعہ پر۔۔۔ امام احمد اور ابن ماجہ حضرت جریر بن عبد اللہ صحابیؓ سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ ہم میت کے گھر جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو نوحہ میں شمار کرتے تھے۔ (ردالمحتار ص ۲۴۰ ج ۲)

نیز علامہ شامی فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مکروہ ہے کھانا تیار کرنا پہلے دن، تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد اور تہوار کے موقعہ پر قبر کی طرف کھانا لے جانا، اور قرأت قرآن کے لئے دعوت کا اہتمام کرنا، اور ختم کے لئے یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص کی قرأت کے لئے بزرگوں اور قاریوں کو جمع کرنا حاصل یہ کہ قرأت قرآن کے وقت کھانا کھلانا مکروہ ہے"۔

آگے چل کر شامیؒ لکھتے ہیں:

"ہمارے اور شافعیہ کے مذہب میں یہ افعال مکروہ (تحریمی) ہیں خصوصاً جب کہ وارثوں میں نابالغ یا غیر حاضر لوگ بھی ہوں قطع نظر ان بہت سے منکرات کے، جو اس موقعہ پر کئے جاتے ہیں مثلاً بہت سی شمعیں اور قندیلیں جلانا، ڈھول بجانا، خوش الحانی کے ساتھ گیت گانا، عورتوں اور بے ریش لڑکوں کا جمع ہونا۔ ختم اور قرأت قرآن کی اُجرت لینا، وغیرہ ذلک، جن کا ان زمانوں میں مشاہدہ ہو رہا ہے، اور ایسی چیز کے حرام اور باطل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں" (حوالہ مذکورہ)

اصل سوم

شریعت نے جو عبادت جس خاص کیفیت میں مشروع کی ہے اس کو اسی طرح ادا کرنا لازم ہے، اور اس کی کیفیت میں تبدیلی کرنا حرام اور بدعت ہے۔

مثال اول

دن کی نمازوں میں شریعت نے قرأت آہستہ تجویز کی ہے، اور رات کی

نمازوں میں نیز جمعہ اور عیدین میں جہری قرأت مقرر فرمائی ہے، اگر کوئی شخص خوش الحانی کے شوق میں ظہر عصر کی نمازوں میں بھی اونچی قرأت کرنے لگے تو اس کا یہ فعل ناجائز اور بدعت ہوگا۔

یا مثلاً جہری نمازوں میں بھی سبحانک اللھم، اعوذ باللہ۔ آہستہ پڑھی جاتی ہے، اگر کوئی شخص ان کی بھی جہراً قرأت کرنے لگے تو یہ جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے ان سے دریافت کیا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا کیسا ہے؟! فرمایا بیٹا! یہ بدعت ہے، میں نے آنحضرت ﷺ اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھا کرتے تھے۔

مثال دوم

نماز ختم ہونے کے بعد احادیث طیبہ میں مختلف اوراد و اذکار اور دعاؤں کا حکم فرمایا گیا، مگر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ یہ ذکر اور دعا باآواز بلند نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ ہر شخص اپنے منہ میں پڑھا کرتا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کو ان اوراد و اذکار اور دعاؤں میں یہی کیفیت مطلوب ہے، اور اُمت کو اسی کا حکم دیا گیا ہے اس کے برعکس بعض مساجد میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ سر میں سر ملا کر اونچی آواز سے کلمہ شریف کا ورد کرتے ہیں، یہ طریقہ نبوی ﷺ اور مطلوب شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔

اصل چہارم

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر مشروع فرمایا ہے اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے۔

مثال اول

فرض نماز تو اجتماعی طور پر پڑھی جاتی ہے۔ اور شریعت کو ان کا اجتماعی طور پر ادا کرنا ہی مطلوب ہے۔ مگر نفلی نماز الگ الگ پڑھنے کا حکم دیا ہے اس لئے نفلی نماز اجتماعی طور پر پڑھنے کو حضرات فقہاء نے مکروہ و بدعت لکھا ہے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

وبہٰذا منعوا عن الاجتماع بصلوٰۃ الرغائب التی احدثہا بعض المتعبدین، لانہا لم تؤثر علی ہٰذہ الکیفیۃ فی تلک اللیالی المخصوصۃ وان کانت الصلوٰۃ خیر موضوع. (ردالمحتار ص۴۳۵ ج ۲)

ترجمہ: اسی بنا پر فقہاء نے اُمت کے نماز "رغائب" کے لئے جمع ہونے سے منع کیا ہے جو کہ بعض متعبدین نے ایجاد کی ہے، کیونکہ ان مخصوص راتوں میں اس کیفیت سے نماز پڑھنا منقول نہیں، اگرچہ نماز بذات خود خیر ہی خیر ہے۔

اسی سے شب برأت، شب معراج اور شب قدر میں نمازوں کے لئے جمع ہونے اور ان کو اجتماعی شکل میں ادا کرنے کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

مثال دوم

شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو عبادت اجتماعی طور پر ادا کی گئی ہے اس کے بعد تو دعا اجتماعی طور پر کی جائے مگر جو عبادت الگ الگ ادا کی گئی ہو اس کے بعد دعا بھی انفرادی طور پر ہونی چاہئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین سے یہ منقول نہیں ہے کہ وہ سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہوں۔ اس لئے ہمارے یہاں جو رواج ہے کہ لوگ سنتیں نفل پڑھنے کے بعد امام کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں، سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد امام دعا کرتا ہے اور لوگ۔۔۔ اس پر آمین کہتے ہیں یہ صحیح نہیں۔۔۔ اگر اتفاقاً کسی بزرگ کی دعا میں شریک ہونے کے لئے ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت بنا لینا بدعت ہے۔

مثال سوم

نماز کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ اجتماعی طور پر پڑھنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے۔ اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ''محیط'' سے نقل کیا ہے:

قِرَاءَةُ الْكَافِرُوْنَ إِلَى الآخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَكْرُوْهَةٌ لِأَنَّهَا بِدْعَةٌ لَمْ تُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَا عَنِ التَّابِعِيْنَ. (ص ۳۱۷)

ترجمہ: سورۂ الکافرون سے آخر تک مجمع کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں۔

فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خاں کے حوالے سے نقل کیا ہے:

رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حَرَامٌ وَقَدْ صَحَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ قَوْمًا اِجْتَمَعُوْا فِي مَسْجِدٍ يُهَلِّلُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ، عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ جَهْرًا فَرَاحَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا عَهِدْنَا ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلَا أَرَاكُمْ إِلَّا مُبْتَدِعِيْنَ، فَمَازَالَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ حَتّٰى أَخْرَجَهُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ. (بزازیہ برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۶)

بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے، حضرت ابن مسعودؓ سے بسند صحیح منقول ہے کہ آپ نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کر رہے ہیں، آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، ہم نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یہ چیز نہیں دیکھی، میرا خیال ہے کہ تم بدعت کر رہے ہو، آپ بار بار یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا۔

اس سے معلوم ہوا ہوگا آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور دگا گا کر درود وسلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا یہ بدعت ہے اور اس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے۔

مثال چہارم

شریعت نے نماز جنازہ کا ایک خاص طریقہ تجویز فرمایا ہے مگر نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ وتابعین اس موقعہ پر اجتماعی دعا کیا کرتے تھے، اس لئے جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا، اور اس کو ایک سنت بنالینا بدعت ہوگا۔ جنازے کے بعد دعا کرنی ہو تو نماز جنازہ کے بعد فوراً کسی تاخیر کے بغیر

جنازہ اُٹھاتے اور لے جاتے ہوئے ہر شخص اپنے طور پر دعا کرے۔

دعا مانگنا ہو تو قبر پر خوب مانگی جائے مگر آنحضرت ﷺ سے جنازے کی جو کیفیت منقول ہے اس میں ردوبدل کی اجازت نہیں۔

مجھے توقع ہے کہ موٹی موٹی بدعات انہی اُصولوں کے ذیل میں آجاتی ہیں، اور ان سب کا اصل الاصول وہی ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں، یعنی جو فعل آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ وتابعینؒ سے منقول نہ ہوا سے دین کی حیثیت سے کرنا بدعت ہے۔

چند ضروری فوائد

فائدہ اول

بعض لوگ غلط سلط روایات سے بعض بعض بدعات کا جواز ثابت کیا کرتے ہیں، اس لئے وہ قاعدہ یاد رکھنا چاہئے جو صاحب درمختار نے خیر رملی سے اور ابن عابدین شامیؒ نے تقریب سیوطیؒ سے نقل کیا ہے کہ کمزور روایت پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں۔

ایک یہ کہ وہ روایت بہت زیادہ کمزور نہ ہو مثلاً اس کا کوئی راوی جھوٹا یا جھوٹ سے متہم ہو، دوسرے یہ کہ وہ چیز شریعت کے کسی عام اُصول کے تحت داخل ہو،

تیسرے یہ کہ اس کو سنت نہ سمجھا جائے۔ (ردالمحتار ص ۱۲۸ ج ۱)

بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اذان واقامت میں آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومتے ہیں اور اس کے ثبوت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے بدقسمتی سے اس میں مذکورہ بالا تین شرطوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی۔

اول تو وہ روایت ایسی مہمل ہے کہ ماہرین علم حدیث نے اس کو موضوع اور من گھڑت کہا ہے۔

دوسرے یہ روایت اصل دین میں سے کسی اصل کے تحت داخل نہیں۔

تیسرے اس کو کرنے والے نہ صرف سنت سمجھتے ہیں بلکہ دین کا اعلیٰ ترین شعار تصور کرتے ہیں، اور علامہ شامیؒ اور دیگر اکابر نے ایسا کرنے کو افتراء علی الرسول قرار دیا ہے۔

جس شخص نے یہ روایت گھڑی ہے اس نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہ نہیں سوچا کہ اذان واقامت دن میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ دس مرتبہ دہرائی جاتی ہے۔ اب اگر اذان واقامت کے وقت انگوٹھے چومنا سنت ہوتا تو جس طرح اذان واقامت مسلمانوں میں متواتر چلی آتی ہے، اور مناروں پر گونجتی ہے اسی طرح یہ عمل بھی مسلمانوں میں متواتر ہوتا، حدیث کی ساری کتابوں میں اس کو درج کیا جاتا، اور مشرق سے مغرب تک پوری اُمت اس پر عمل پیرا ہوتی۔

ٹھیک اسی معیار پر انگوٹھے چومنے کی اس بے اصل روایت کا قصہ بالکل جعلی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس کو صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام صحابہ، تابعین اور بعد کی ساری اُمت کے تعامل کو جھٹلا رہے ہیں کیونکہ اگر اس کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہوتی تو ناممکن تھا کہ صحابہ تابعین کی پوری جماعت دن میں دس مرتبہ اس پر عمل نہ کرتی، اور ناممکن تھا کہ تمام کتب حدیث میں اس کو جگہ نہ ملتی۔

فائدہ دوم

جو عمل بذات خود مباح ہو مگر اس میں بدعت کی آمیزش ہو جائے یا اس کو سنت سمجھا جانے لگے تو اس کا کرنا جائز نہیں۔

حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس قاعدے کی بہت سی مثالیں مذکور ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے آئمہ احناف نے نمازوں کے بعد سجدہ شکر ادا کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (عالمگیری ص۱۳۶ ج۱، شامی ص۳۰ ج۱۲)

درمختار (قبیل صلوٰۃ المسافر) وغیرہ میں ہے

سَجْدَةُ الشُّكْرِ مُسْتَحَبَّةٌ بِهِ يُفْتٰى لٰكِنَّهَا تُكْرَهُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ لِاَنَّ الْجَهَلَةَ يَعْتَقِدُوْنَهَا سُنَّةً اَوْ وَاجِبَةً وَكُلُّ مُبَاحٍ يُؤَدِّيْ اِلَيْهِ فَهُوَ مَكْرُوْهٌ.

ترجمہ:۔ سجدہ شکر مستحب ہے، اسی پر فتویٰ ہے لیکن نمازوں کے بعد مکروہ ہے کیونکہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ بیٹھیں گے، اور ہر مباح جس کا یہ نتیجہ ہو وہ مکروہ ہے۔

علامہ شامیؒ اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ ایک ایسی بات کو جو دین نہیں، دین میں ٹھونسنے کے مترادف ہے۔ (ردالمحتار ص۱۲۰ ج۲)

فائدہ سوم

ایک چیز بذات خود مستحب اور مندوب ہے۔ مگر اس کا ایسا التزام کرنا کہ رفتہ رفتہ اس کو ضروری سمجھا جانے لگے اور اس کے تارک کو ملامت کی جانے لگے تو وہ فعل مستحب کے بجائے گناہ اور بدعت بن جاتا ہے۔

مثلاً آنحضرت ﷺ سلام پھیرنے کے بعد اکثر وبیشتر دائیں جانب سے گھوم کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ لگالے کہ دائیں جانب سے گھومنے ہی کو ضروری سمجھنے لگے میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ بسا اوقات بائیں جانب سے گھوم کر متوجہ ہوا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص۸۵)

فائدہ چہارم

جس فعل میں کفار وفجار اور اہل بدعت کا تشبہ پایا جائے اس کا ترک لازم ہے، کیونکہ بہت سی احادیث میں آنحضرت ﷺ نے کفار وفجار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (مشکوٰۃ ص۳۷۵)

ترجمہ:۔ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں شمار ہوگا۔

اسی قاعدے کے تحت علمائے اہل سنت نے محرم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے "تذکرہ شہادت" سے منع کیا ہے، اصول الصفار اور جامع الرموز میں ہے:

"سُئِلَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ ذِكْرِ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ فِيْ يَوْمِ عَاشُوْرَا اَيَجُوْزُ اَمْ لَا فَقَالَ لَا لِاَنَّ ذٰلِكَ مِنْ شِعَارِ الرَّوَافِضِ".

ترجمہ:۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا دس محرم کو شہادت حسینؓ کا تذکرہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز نہیں کیونکہ یہ رافضیوں کا شعار ہے۔
(بحوالہ الجنۃ لاہل السنۃ ص۱۴۰)

اس قاعدے سے معلوم ہوا کہ وہ تمام افعال جو اہل بدعت کا شعار بن جائیں ان کا ترک لازم ہے۔

فائدہ پنجم

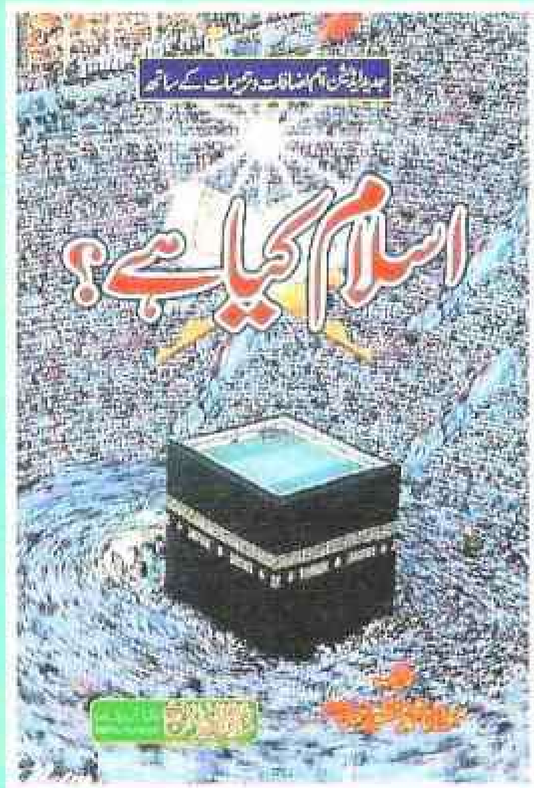
جب کسی فعل کے سنت وبدعت ہونے میں تردد ہو جائے تو ترک سنت فعل بدعت سے بہتر ہے۔ (البحر الرائق ص ۲۱ ج ۲) اور رد المحتار ص ۶۴۲ ج ۱ میں ہے:

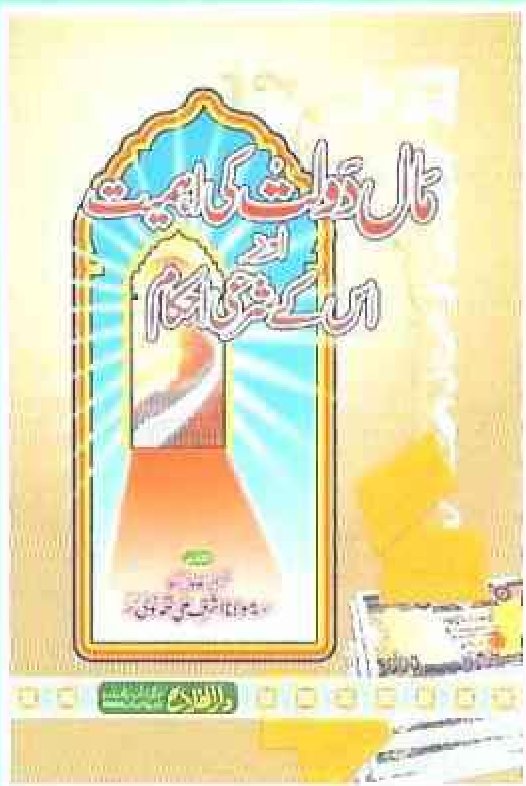
إِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ السُّنَّةِ رَاجِحًا عَلَى فِعْلِ الْبِدْعَةِ.

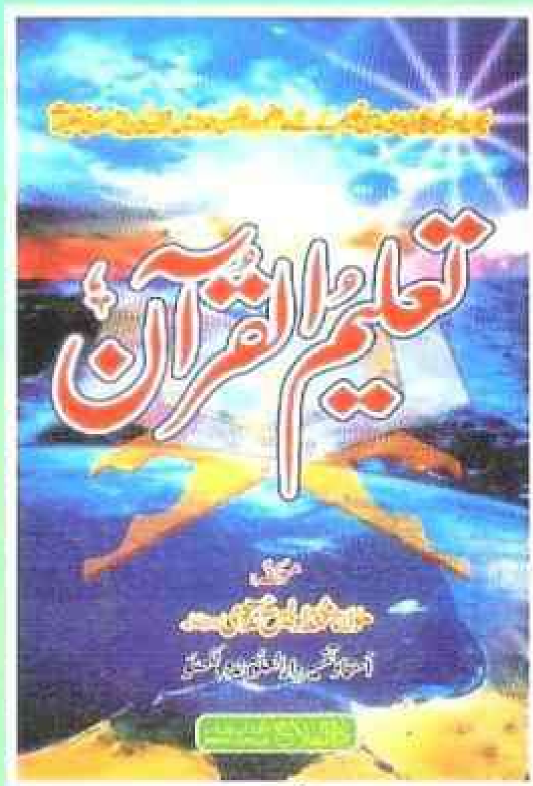
ترجمہ: جب کسی حکم میں تردد ہو جائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟ تو سنت کا ترک کر دینا بہ نسبت بدعت کرنے کے راجح ہے۔

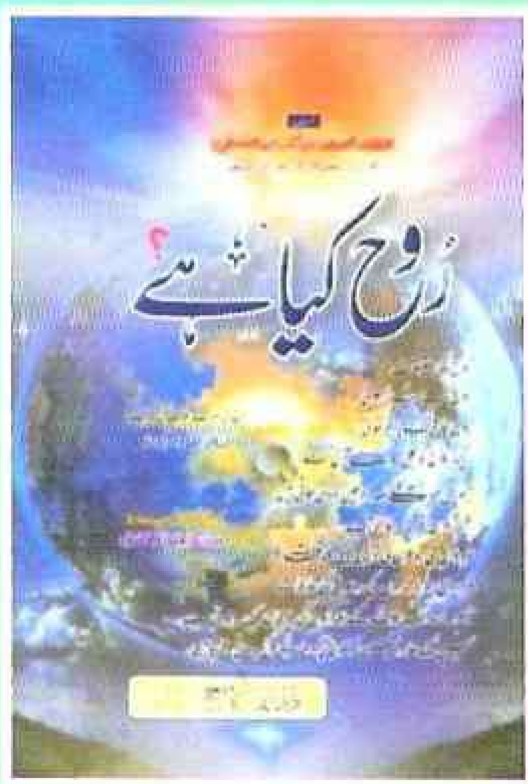
اس قاعدے سے ان تمام امور کا حکم معلوم ہو جاتا ہے جن کے سنت اور بدعت ہونے میں اختلاف ہو، بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض بدعت۔

سنت وبدعت کے سلسلہ میں جو نکات میں نے ذکر کیے ہیں اگر ان کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی کہ اہل سنت کون ہیں۔


اسلام کیا ہے؟


مال ودولت کی اہمیت
اور
اس کے شرعی احکام


تعلیم القرآن


روح کیا ہے؟